إِن تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلًا كَرِيمًا

معاشرے کے مہلک گناہ

تالیف
أبو محمد عبدالستار الحماد



مکتبہ اسلامیہ

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا

مُعاشرے کے مہلک گُناہ

www.KitaboSunnat.com

تالیف

أبو محمد عبد الستار الحماد

مکتبہ اسلامیہ

ناشر .... محمد سرور عاصم

اشاعت .... نومبر 2008ء

قیمت ....

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ، لاہور - پاکستان فون: 042-7244973

بیسمنٹ اٹلس بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد - پاکستان فون: 041-2631204

فہرست

پیشِ لفظ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی گناہ کہلاتی ہے، اس کے اثرات کے متعلق ہمارے ہاں افراط و تفریط پایا جاتا ہے۔ خوارج کا خیال ہے کہ ارتکاب کبیرہ سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، جبکہ ان کے برعکس مرجیہ کہتے ہیں کہ گناہ کرنے سے انسان کے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اہل سنت کی ترجمانی امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ بایں الفاظ کرتے ہیں: ''ہم اہل قبلہ کو کسی گناہ کے ارتکاب سے کافر قرار نہیں دیتے جبکہ وہ اس معصیت کو اپنے لیے حلال خیال نہ کریں نیز ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ گناہ کرنے سے ایمان کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔'' (عقیدہ طحاویہ)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''متقدمین میں سے اہل حق کا یہ مسلک ہے کہ جس انسان کو بحالت توحید موت آئے وہ قطعی طور پر جنتی ہے۔ اگر وہ نابالغ یا دیوانہ ہے یا اس نے مرتے وقت شرک و کفر اور دیگر معاصی سے توبہ کر لی ہو یا وہ انسان جس نے کسی قسم کے گناہ کا زندگی بھر ارتکاب نہیں کیا، اس طرح کے تمام لوگ مرنے کے بعد فوراً جنت میں داخل ہوں گے اور انہیں جہنم کی آگ بالکل نہیں چھوئے گی۔ ہاں اللہ کے وعدہ کے مطابق جہنم کے اوپر سے ہر ایک کو گزرنا ہوگا جیسا کہ قرآن و حدیث میں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر ہے۔ ہاں اگر کسی نے خود کو گناہوں سے آلودہ کیا ہے اور توبہ کے بغیر دنیا سے رخصت ہوا ہے تو ایسا شخص اللہ کی مشیت کے تحت ہوگا اگر چاہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما کر مرنے کے بعد جنت میں داخل کر دے اور اگر چاہے تو گناہوں کی سزا دینے کے لیے جہنم میں داخل کر دے پھر اسے جنت میں لے جائے، اگر کسی نے کفر و شرک کیا اور توبہ کے بغیر مر گیا تو وہ کسی صورت میں جنت میں جانے کا اہل نہیں ہوگا جیسا کہ خود قرآن کریم نے کافر و مشرک کے متعلق فیصلہ کیا ہے۔'' (شرح نووی، ص ۲۱۷، ج ۱)

اس مسلک اعتدال کے متعلق بہت سی احادیث ہیں کہ جس شخص نے صدق دل سے شہادتین کو ادا کیا، وہ بالآخر ضرور جنت میں داخل ہوگا اگرچہ اس نے گناہوں کا ارتکاب ہی

کیوں نہ کیا ہو جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم ہوتا ہے:

1 حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جس شخص کو بایں حالت موت آئی کہ اللہ کی وحدانیت کو جانتا تھا وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔" (صحیح مسلم)

2 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں اس کا رسول ہوں، اللہ سے ملاقات کے وقت تک شہادتین کے متعلق کسی قسم کے شکوک وشبہات کا شکار نہ ہوا وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔" (صحیح مسلم)

3 حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور وہی معبود برحق ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بندہ اور اس کی بندی کا بیٹا ہے۔"
اللہ کا حکم جس کا القا حضرت مریم علیہا السلام کی طرف ہوا اور اللہ کی طرف سے روح جو حضرت مریم علیہا السلام میں پھونکی گئی نیز جنت اور دوزخ برحق ہے۔ اسے جنت میں داخل کیا جائے گا خواہ اس کے کیسے بھی اعمال ہوں۔" (صحیح مسلم)

4 حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جب اہل جنت، جنت میں اور اہل جہنم دوزخ میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لاؤ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہے۔" (صحیح بخاری)

5 حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے، انہوں نے خوشخبری دی کہ آپ کی امت سے جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ اس نے زندگی بھر اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر چہ وہ چوری اور بدکاری کا مرتکب ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر چہ وہ چوری اور بدکاری کا مرتکب ہو۔'' (صحیح مسلم)

اس حدیث کے آخری الفاظ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رہیں گے بالآخر وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل ہوں گے۔ اس مسلک اعتدال کے برعکس اگر کوئی حدیث ہے تو اس کی تاویل کرنا ہوگی تاکہ احادیث میں ٹکراؤ کی صورت پیدا نہ ہو، اس قسم کی احادیث چند اقسام پر مشتمل ہیں۔

① ایسی احادیث جن میں بعض معاصی (گناہ) کو ایمان کے منافی قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً: زانی، بدکاری کے وقت بحالت ایمان نہیں ہوتا، چور، چوری کے وقت ایمان کی حالت میں نہیں ہوتا، شراب نوشی کرنے والا شراب پیتے ہوئے ایمان سے نہیں ہوتا۔

(صحیح بخاری، الاشربہ: ۵۵۷۸)

اس حدیث میں زنا، چوری اور شراب نوشی کو ایمان کے منافی کہا گیا ہے۔

② وہ احادیث جن میں بعض گناہوں کو کفر وشرک سے تعبیر کیا گیا ہے مثلاً:

(ا) مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔ (صحیح بخاری، الایمان: ۴۸)

(ب) جس نے اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام کی قسم اٹھائی اس نے شرک کا ارتکاب کیا۔ (مستدرک حاکم: ص ۱۸، ج ۱)

ان دونوں احادیث میں قتل کو کفر اور غیر اللہ کی قسم اٹھانے کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے۔

③ وہ احادیث جن میں بعض گناہوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی براءت کے مترادف کہا گیا ہے۔ مثلاً:

(ا) جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے وہ ہم سے نہیں اور جس نے دھوکہ دیا وہ ہم سے نہیں۔ (صحیح مسلم، الایمان: ۱۶۴)

(ب) جس نے مصیبت کے وقت رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے یا دور جاہلیت کے

نعرے لگائے وہ ہم سے نہیں ہے۔ (صحیح بخاری، الجنائز: ۱۲۹۴)

ان احادیث میں مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے، انہیں دھوکہ دینے، مصیبت کے وقت گریبان پھاڑنے، رخسار پیٹنے، اور خلاف شرع آواز نکالنے والے سے رسول اللہ ﷺ نے اظہار براءت کیا ہے۔ ان احادیث کو اہل حق نے اپنے ظاہر پر محمول نہیں کیا ہے بلکہ سابقہ قاعدہ کے مطابق رکھنے کے لیے ان کی مناسب تاویل کی ہے جبکہ خوارج نے انہیں ظاہر پر محمول کرتے ہوئے ان گناہوں کے مرتکبین کو دین اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

اہل سنت ان کی تاویل کرنے میں متفق ہیں لیکن تاویل کی تعیین کرنے میں ان کا حسب ذیل اختلاف ہے۔

☆ اس قسم کی احادیث ترہیب اور تغلیظ پر محمول ہیں ان کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔

☆ اس قسم کے کفر سے مراد کفران نعمت ہے حقیقی کفر مراد نہیں جو ایمان کے منافی ہوتا ہے۔

☆ اس سے مراد کفر حقیقی ہے لیکن اس شخص کے لیے جو گناہوں کو اپنے لیے حلال خیال کرتا ہے۔

☆ اس سے مراد ان اعمال کو بیان کرنا ہے جو کفر و شرک کے ثمرات ہیں، ایمان اس قسم کے اعمال کا تقاضا نہیں کرتا، امام ابو عبید القاسم بن سلام نے ان تمام تاویلات کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس قسم کے معاصی سے ایمان زائل نہیں ہوتا اور نہ ہی کفر واجب ہوتا ہے بلکہ ان کے مرتکب نے ایسے ایمان کی نفی کی ہے جو حقیقی اور اللہ کو مطلوب ہے اور ایسے اہل ایمان کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تعریف کی ہے جیسا کہ کسی ناہنجار بیٹے کے متعلق کہا جائے کہ وہ اس کا بیٹا نہیں حالانکہ وہ اس کا بیٹا ہوتا ہے لیکن کام حقیقی بیٹوں والا نہیں کرتا، جیسا کہ نوح علیہ السلام کے بیٹے کے متعلق قرآن میں آیا ہے۔ حقیقی ایمان والوں کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ بیان کیے ہیں:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ

الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝﴾

''اہل ایمان تو وہ ہیں جب ان کے پاس اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ جائیں، جب ان کے ہاں اللہ کی آیات کو تلاوت کیا جائے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو اور وہ اللہ پر بھروسہ کرنے والے ہوں، جو نماز کو قائم کرنے والے ہیں اور اللہ کے دیے ہوئے مال سے خرچ کرنے والے ہوں، یہی لوگ درحقیقت اہل ایمان ہیں ان کے لیے اللہ کے ہاں درجات، بخشش اور عمدہ رزق ہے۔'' (۸/الانفال:۲،۳،۴)

ان آیات میں حقیقی ایمان کی خصلتوں اور نشانیوں کو بیان کیا گیا ہے، جب کوئی ان کے منافی اعمال کا مرتکب ہوتا ہے تو اس سے ایمان کی نہیں بلکہ حقیقی ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ قرآن وحدیث میں ایسے دلائل بکثرت موجود ہیں جن میں کبیرہ گناہوں کے مرتکب کو اہل ایمان میں شمار کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں مومن کے قتل کو کفر کہا گیا ہے جبکہ قرآن کریم میں باہمی جنگ وقتال کرنے والوں کو اہل ایمان کہا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ﴾

''جب اہل ایمان کے دو گروہ آپس میں قتل وغارت کریں تو ان میں صلح کرا دو۔'' (۴۹/الحجرات:۹)

البتہ اس قسم کے گناہوں سے اہل ایمان کو نقصان ضرور پہنچتا ہے۔ اس لیے انسان کو اللہ کی نافرمانی اور اس کی معصیت کے سلسلہ میں بہت حساس ہونا چاہیے کیونکہ ان کے مسلسل ارتکاب سے دل ناکارہ اور سیاہ ہو جاتا ہے، اسے یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ فلاں گناہ تو صغیرہ ہے، اس کے ارتکاب سے اتنا نقصان نہیں ہوگا۔ حالانکہ چھوٹے چھوٹے گناہ جب جمع ہو جائیں تو انسان کی تباہی کا باعث بن جاتے ہیں، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قبل از وقت خبردار کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''انسان جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ لگ جاتا ہے، اگر

توبہ کرے اور اپنے پروردگار سے معافی مانگ لے تو وہ داغ صاف ہو جاتا ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو وہ داغ ترقی کرتے کرتے سارے دل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ نے درج ذیل آیت میں ذکر کیا ہے:

''بلکہ ان دلوں پر ان کے برے اعمال کی وجہ سے زنگ لگ گیا ہے۔''

(جامع ترمذی، کتاب التفسیر)

﴿كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾

''اس زنگ آلودہ دل کی سزا یہ ہے کہ قیامت کے دن ایسے شخص کو اللہ کے دیدار سے محروم کر دیا جائے گا۔'' (۸۳/المطففین:۱۵)

اللہ تعالیٰ نے بھی گناہوں کے ارتکاب اور ان کے برے انجام پر ہمیں متنبہ فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾

''جو بہت برا عمل کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا اور اللہ کے علاوہ وہ کوئی اپنا حامی و مددگار نہیں حاصل کر سکے گا۔'' (۴/النسآء:۱۲۳)

انسان کو گناہ کرتے وقت اس کے چھوٹے ہونے پر نظر نہیں رکھنا چاہیے، بلکہ اسے یہ دیکھنا ہوگا کہ میں کس بلند و بالا ہستی کی نافرمانی کر رہا ہوں' ہماری نگاہوں میں جس قدر گناہ چھوٹا ہوگا اللہ کے ہاں اسی قدر بڑا ہوتا ہے۔ یہی گناہ بالآخر کفر و ارتداد کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''میں تمہیں جس کام سے منع کر دوں اس کے ارتکاب سے اجتناب کرو اور جس کے بجالانے کا حکم دوں اسے حسب استطاعت بجالاؤ۔'' (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے مامورات کے سلسلہ میں لفظ استطاعت کو استعمال فرمایا ہے جبکہ منہیات کے پہلو کو مطلق رکھا ہے، اس انداز سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی نگاہ میں گناہ کا ارتکاب کس قدر خطرناک تھا، بعض صحابہ کرام منہیات کے سلسلہ میں بہت محتاط اور انتہائی

حساس تھے، چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق دریافت کیا کرتے تھے جبکہ میں شر کے متعلق سوال کرتا تھا اس اندیشہ کے پیش نظر کہ مبادا اس کا شکار ہو جاؤں۔ (صحیح بخاری، المناقب: ۳۴۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض گناہوں کو اکبر الکبائر، اور تباہ کن شمار کیا ہے۔ چنانچہ کبیرہ گناہوں کے متعلق علمائے امت نے ہماری راہنمائی کی ہے۔ اس کی روشنی میں انہیں پہچاننے کے لیے موٹے موٹے اصول حسب ذیل ہیں۔ ہر وہ کام کبیرہ گناہ ہے جس کے ارتکاب پر:

① دنیا میں کوئی حد یا تعزیر مقرر کی گئی ہو

② آخرت میں اس کے متعلق سزا کی وعید ہو

③ اس کے نتیجہ میں خاتمہ ایمان کی اطلاع دی گئی ہو

④ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان لاتعلقی کیا گیا ہو

⑤ اس کے مرتکب کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا گیا ہو

⑥ اللہ اور اس کے رسول نے لعنت کی ہو

⑦ کتاب وسنت میں اس کے مرتکب کو فاسق کہا گیا ہو

⑧ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق اپنے غصے اور غضب کا اعلان کیا ہو

⑨ قرآن وحدیث میں اس کام کو واضح طور پر حرام کہا گیا ہو

⑩ ہر صغیرہ گناہ کبیرہ بن جاتا ہے جسے دینی طور پر ہلکا سمجھ کر کیا جائے، یا اسے تکبر کے طور پر عمل میں لایا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بعض گناہوں کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل احادیث میں ہے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

"میں سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین دفعہ دہرائی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیوں نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ہمیں ان سے خبردار کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک

کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔" پہلے آپ ﷺ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے پھر اٹھ کر بیٹھ گئے اور اسے مسلسل بیان کرنے لگے، آپ ﷺ نے یہ بات اتنی مرتبہ دھرائی کہ ہم دل میں تمنا کرنے لگے کہ کاش کہ اب آپ ﷺ خاموشی اختیار فرمالیں۔

(صحیح بخاری، الشھادات: ۲۶۵۴)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم سات تباہ کن اور ہلاکت خیز گناہوں سے اجتناب کرو۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، جس جان کو اللہ نے محترم ٹھہرایا اسے ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال ہڑپ کرنا، سود کھانا، جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا، پاک دامن بھولی بھالی اور اہل ایمان خواتین پر بدکاری کی تہمت لگانا۔"

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یہ بات کبیرہ گناہوں سے ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا کوئی اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "انسان کسی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا اور انسان کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا، اس طرح یہ بدبخت اپنے والدین کو گالی دینے کا سبب بنا۔" (صحیح بخاری، الادب: ۵۹۷۳)

اب ہم مجموعی طور پر ان گناہوں کو بیان کرتے ہیں جنہیں علمائے امت نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔

☆ شرک اکبر، اللہ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا

☆ شرک اصغر، ریاکاری اور نمود ونمائش کرنا

☆ باطل کی حمایت میں کسی سے ناراض ہونا
☆ بلاوجہ کینہ پروری ☆ حسد کرنا ☆ تکبر وغرور
☆ خود پسندی ☆ دھوکہ دہی ☆ منافقت
☆ بغاوت ☆ نفرت وحقارت اور غرور وتکبر کی بنا پر مخلوق سے روگردانی کرنا
☆ طمع ولالچ ☆ نوشتۂ تقدیر سے ناراضگی
☆ تونگری کے پیش نظر اہل ثروت کی طرف نظر رکھنا اور ان کی تعظیم کرنا
☆ فقر وتنگ دستی کی وجہ سے مفلوک الحال لوگوں سے مذاق کرنا
☆ دنیا کے مال ومتاع میں دلچسپی اور اس پر فخر ومباہات کرنا
☆ مخلوق کی خاطر ایسی چیز سے مزین ہونا جسے اللہ نے حرام کیا ہو
☆ دین کے سلسلہ میں مداہنت سے کام لینا
☆ ناکردہ کاموں پر اپنی تعریف سے خوش ہونا
☆ دین اسلام کے علاوہ کسی دوسری چیز کی حمیت
☆ اللہ کے حقوق واوامر کو ہلکا خیال کرنا
☆ خواہشات کی پیروی اور حق سے روگردانی کرنا
☆ اہل اسلام سے بدگمانی کرنا
☆ حق واضح ہو جانے کے بعد اسے قبول نہ کرنا
☆ ناپسندیدہ شخص کی صحیح بات کو صرف ناپسندیدگی کی وجہ سے ٹھکرا دینا
☆ گناہ کے ارتکاب پر خوش ہونا اور اس پر اصرار کرنا
☆ اللہ اور قیامت کو فراموش کر دینا ☆ اللہ کی خفیہ تدابیر سے بے خوف ہونا
☆ گناہوں میں بڑھتے ہی چلے جانا ☆ اللہ سے بدگمانی کرنا
☆ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا ☆ دنیا کی خاطر علم دین حاصل کرنا
☆ دوسرے سے علم چھپانا ☆ اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرنا
☆ اللہ اور اس کے رسول پر دانستہ جھوٹ باندھنا

☆ لوگوں میں سنت نبوی کے بجائے کسی برے طریقہ کورواج دینا
☆ اپنے عہد کو پس پشت ڈالنا
☆ ظالموں اور بدکردار لوگوں سے محبت کرنا
☆ صالحین سے بغض اور انہیں اذیت پہنچانا
☆ ایسی باتوں کو عام کرنا جن سے لوگوں کو نقصان ہو
☆ رسول اللہ ﷺ کا نام سن کر آپ ﷺ پر درود نہ پڑھنا
☆ کبیرہ گناہ کا ارتکاب اور اس کے لیے دوسروں کی مدد کرنا
☆ شرارت اور فحاشی کو اسی طرح لازم کر لینا کہ لوگ اس سے ڈرنے لگیں
☆ قرآن کریم کو بھول جانا
☆ حق کے مقابلے میں دلیل بازی اور کٹ حجتی کرنا
☆ اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا
☆ ضرورت کے بغیر اپنے ستر کو کھولنا
☆ دوران حیض اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا
☆ جان بوجھ کر نماز ترک کرنا یا اس کی ادائیگی میں دانستہ تاخیر کرنا
☆ سفر اور مرض جیسے عذر کے بغیر اسے وقت سے پہلے پڑھنا
☆ قوم کی ناپسندیدگی اور کراہت کے باوجود ان کی امامت کرنا
☆ نماز میں صفوں کو توڑنا یا انہیں سیدھا نہ کرنا
☆ ارکان نماز کو امام سے پہلے ادا کرنا
☆ قبروں پر مسجدیں بنانا
☆ انہیں چومنا اور ان پر چراغاں کرنا
☆ عورت کا محرم کے بغیر اکیلی سفر کرنا
☆ بدشگونی کے پیش نظر سفر ترک کر دینا
☆ عذر کے بغیر نماز جمعہ ترک کر دینا

☆ جمعہ کے دن لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے آگے جانا

☆ شرعی عذر کے بغیر مرد حضرات کا ریشم پہننا

☆ مردوں کا سونے کے زیور پہننا

☆ ناز و ادا یا گفتگو میں عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا

☆ عورتوں کا مردوں جیسی چال ڈھال اپنانا

☆ مصیبت کے وقت رخسار پیٹنا، گریبان پھاڑنا اور ہائے ہائے کرنا

☆ زکوٰۃ ادا نہ کرنا

☆ عذر کے بغیر اسے وقت مقررہ کے بعد ادا کرنا

☆ تنگ دست کو قرض دینے سے بخل کرنا

☆ صدقہ دے کر احسان جتلانا

☆ ضرورت مند اور لاچار سے فالتو پانی روک لینا

☆ رمضان کے دنوں میں روزہ نہ رکھنا

☆ سفر اور مرض جیسے عذر کے علاوہ روزہ توڑ دینا

☆ رمضان کے فوت شدہ روزوں کے لیے بلاوجہ تاخیر کرنا

☆ عیدین اور ایام تشریق کے روزے رکھنا

☆ قدرت کے باوجود زندگی بھر حج نہ کرنا

☆ نشہ آور چیز کو استعمال کرنا خواہ شراب ہو یا چرس، یا افیون

☆ مردار یا خنزیر کا گوشت کھانا، سود لینا، دینا، اس کی دستاویز لکھنا، اس کے متعلق گواہی دینا، اس کے متعلق دوڑ دھوپ کرنا اور اسے حاصل کرنے کے لیے کسی کا تعاون کرنا

☆ ناجائز خرید و فروخت کے ذریعے مال کمانا اور اسے استعمال کرنا

☆ جھوٹی قسم سے اپنا سودا فروخت کرنا

☆ ذخیرہ اندوزی کرنا

☆ خرید و فروخت کرتے وقت ملاوٹ کرنا

☆ ماپ تول میں کمی کرنا
☆ بلاعذر غنی کا قرضہ اتارنے میں ٹال مٹول کرنا
☆ یتیم کا مال ہڑپ کر جانا
☆ حرام کاموں میں اپنا مال خرچ کرنا
☆ تکبر کے پیش نظر ضرورت سے زیادہ تعمیرات کرنا
☆ کاروبار میں شریک سے خیانت کرنا
☆ کسی کے مال پر ناجائز قبضہ کر لینا
☆ مزدور کی مزدوری دیر سے ادا کرنا یا کام مکمل ہونے کے باوجود اس کی اجرت روک لینا
☆ امانت کے مال میں خیانت کرنا یا سرے سے انکار کر دینا، اجرت پر لی ہوئی یا گروی رکھی ہوئی چیز پر قبضہ کر لینا وغیرہ۔

بعض لوگوں نے قرآن وحدیث کی واضح نصوص کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ مفروضہ قائم کر لیا ہے کہ بندہ مؤمن کو اس کے ایمان کی موجودگی میں گناہ کا ارتکاب کوئی نقصان نہیں پہنچاتا جیسا کہ حدیث میں ہے:

"جو اس بات کو جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا معبود حقیقی نہیں ہے اسی حالت میں اسے موت آئی تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔" (صحیح مسلم)

انہوں نے اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ایسے انسان کا جنت میں داخل ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسے کسی قسم کا عذاب نہیں ہوگا اگر ایمان کی موجودگی میں گناہوں کا ارتکاب اسے نقصان دیتا تو اسے ضرور عذاب دیا جاتا، حالانکہ جنت میں داخل ہونا اور گناہوں کی سزا کا نہ ملنا یہ دونوں لازم وملزوم نہیں ہیں کیونکہ قیامت کے دن بے شمار ایسے گناہ گار ہوں گے جو گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اس بنا پر یہ مفروضہ غلط ہے کہ ایمان کی موجودگی میں گناہ کچھ نقصان نہیں پہنچاتے بلکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ گناہوں کے ارتکاب پر عذاب ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں واضح طور پر اس حقیقت کو بیان کیا ہے نیز یہ گناہ انسان کے ایمان پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں یعنی

ایمان کی کمی وبیشی میں گناہ اپنا کردار ادا کرتے ہیں، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان زندگی میں کوئی گناہ کر لیتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم کے حالات سے دوچار نہ کرے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

واضح رہے کہ اللہ نے دین کے احکام اس لیے نازل کیے ہیں کہ ان کے مطابق اپنی زندگی بسر کی جائے، لیکن انسان بہر حال کمزوریوں اور کوتاہیوں کا مجموعہ ہے لہٰذا اس سے بھول چوک، سہو ونسیان ہونا بعید نہیں ہے، اس غلطی یا نادانی کی وجہ سے وہ صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے، صراط مستقیم سے بھٹک جانے کو گناہ کہتے ہیں، پھر اگر یہ گناہ معمولی نوعیت کا ہو تو اسے صغیرہ کہا جاتا ہے اور اگر غیر معمولی قسم کا ہو تو اسے کبیرہ گناہ کہتے ہیں۔

پھر ان کبیرہ گناہوں کی دو اقسام ہیں:

1 جو صرف کبائر ہیں یعنی بڑے گناہ ہیں۔

2 جو اکبر الکبائر ہیں یعنی سنگین حد تک سب سے بڑے ہیں۔

چنانچہ بعض گناہ کبیرہ ہوتے ہیں، لیکن نزاکت اور موقع ومحل کے اعتبار سے ان میں مزید شدت آجاتی ہے جس کی وجہ سے وہ کبیرہ کی فہرست سے نکل کر اکبر الکبائر بن جاتے ہیں مثلاً:

ا: کسی کی بھی حق تلفی کبیرہ گناہ ہے لیکن اللہ اور والدین کے حقوق ادا نہ کرنا اکبر الکبائر ہے۔

ب: بدکاری ایک کبیرہ گناہ ہے لیکن محرمات یا ہمسایہ عورت سے کیا جائے تو اکبر الکبائر شمار ہوگا۔

ج: ناجائز ذرائع سے مال کمانا یا کھانا کبیرہ گناہ ہے لیکن یتیم کا مال ناجائز ذرائع سے استعمال کرنا اکبر الکبائر ہے۔

د: عام عورتوں پر تہمت لگانا بڑا گناہ ہے، مگر بھولی بھالی پاک دامن خواتین پر تہمت لگانا اکبر الکبائر بن جائے گا۔

بعض کبیرہ گناہ ایسے ہیں کہ جن کی موجودگی میں کوئی بھی نیک عمل قبول نہیں ہوتا، ان میں شرک، سنت کی مخالفت، ریا کاری اور اکل حرام بر سر فہرست ہیں، ایسے جرائم سے

اجتناب کرنا ازحد ضروری ہے۔

کبائر کی تعداد کے متعلق علمائے امت میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ صرف سات ہیں جو مندرجہ ذیل حدیث میں بیان ہوئے ہیں، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم سات ہلاکت خیز اور تباہ کن چیزوں سے اجتناب کرو، وہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک، جادو، بلاوجہ کسی کو قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود لینا دینا، جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور ان پاکباز اہل ایمان خواتین پر تہمت لگانا جو بے حیائی سے ناواقف اور بے خبر ہوں۔'' (صحیح بخاری، الوصایا: ۲۷۶۶)

لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کبائر کی تعداد سات کے بجائے ستر کے زیادہ قریب ہے، اور حدیث میں جو سات کا عدد بیان ہوا ہے وہ ان گناہوں سے متعلق ہے جو کبائر میں سب سے زیادہ سنگین اور تباہ کن ہیں نیز وہ عدد کبیرہ گناہوں کو منحصر کرنے کے لیے بیان نہیں ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنے مقبول بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں نیز وہ غصے کے وقت بھی معاف کر دیتے ہیں۔'' (۴۲/الشوریٰ: ۳۷)

نیز فرمایا کہ:

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ﴾

''وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں ہاں چھوٹے گناہوں کا صدور ان سے ممکن ہے یقیناً آپ کا پروردگار

بہت وسیع مغفرت والا ہے۔'' (۵۳/النجم:۳۲)

اللہ تعالیٰ نے کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنے والوں کو ایک ضمانت بھی دی ہے کہ نہ صرف ان کے تمام صغیرہ گناہوں کو ختم کر دیا جائے گا بلکہ انہیں قیامت کے دن باعزت طور پر ایک معزز ٹھکانے میں داخل کیا جائے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ نُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِیْمًا۝ ﴾

''تم اگر بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہے تو ہم تمہاری چھوٹی برائیوں کو نظر انداز کر دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔'' (۴/النسآء:۳۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

''جب کوئی شخص کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہے تو اس کی نیکیوں کو چھوٹے گناہوں کا کفارہ بنا دیا جاتا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''پانچوں نمازیں، جمعہ سے جمعہ تک، رمضان سے رمضان تک، درمیان والے تمام گناہوں کا کفارہ ہیں بشرطیکہ بڑے گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔''

(صحیح مسلم، الطہارۃ:۲۳۳)

اب ہم مختصر طور پر ان گناہوں کو بیان کرتے ہیں جو انتہائی ہلاکت خیز اور ایمان لیوا ہیں تاکہ ہم اپنے ایمان کو سلامت رکھنے کے لیے ان سے اجتناب کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رکھے اور ہمیں اپنی فرمانبرداری میں لگائے رکھے۔

اللھم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباعه
وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه

طالب الدعوات

ابو محمد عبدالستار الحماد

01 شرک

شرک تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے، اللہ کی ذات وصفات، الوہیت وربوبیت اور عبادت میں کسی مخلوق کو اللہ کے ساتھ شریک کرنا شرک کہلاتا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام توحید کے اثبات اور شرک کی تردید کے لیے تشریف لائے گویا شرک کی سنگینی پر تمام انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہے۔ شرک کی سنگینی کو اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ بیان کیا ہے:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ﴾

''کہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔'' (۵/ المآئدہ:۷۲)

دوسری جگہ فرمایا کہ:

﴿ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾

''اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے پھر تم خسارہ پانے والوں سے ہو جاؤ گے۔'' (۳۹/ الزمر:۶۵)

ایک مقام پر اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ:

﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾

''اگر یہ حضرات شرک کرتے تو ان کے اعمال بھی ضائع ہو جاتے۔''

(۶/ الانعام:۸۸)

یہی وہ شرک اکبر ہے جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ اس جرم کو معاف نہیں کریں گے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ باقی گناہ جس کے لیے چاہے گا معاف کر دے گا۔'' (۴/ النسآء:۴۸)

جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے پھر توبہ کیے بغیر اس حالت میں اسے موت

آ جائے تو وہ قطعی طور پر جہنمی ہے، اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے متعلق خبردار نہ کروں؟ آپ ﷺ نے تین دفعہ یہ الفاظ دہرائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ ﷺ ضرور ہمیں ان سے خبردار کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے پھر آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا: ''خبردار جھوٹی بات، خبردار جھوٹی گواہی۔'' آپ ﷺ مسلسل یہی الفاظ دہراتے رہے حتیٰ کہ ہم کہنے لگے کاش آپ خاموش ہو جائیں۔''

(صحیح بخاری، الادب:۵۹۷۶)

02 شرکِ اصغر

شرک کی دوسری قسم شرک اصغر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ ریاکاری کے طور پر نیک اعمال کیے جائیں ان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾

''جسے بھی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی آرزو ہو، اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔''

(۱۸/ الکہف:۱۱۰)

اس آیت کریمہ میں کسی کو شریک نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے اعمال میں ریاکاری نہ کرے اور کسی کو دکھانے کے لیے عبادت نہ کرے، اس کے متعلق وضاحت کے طور پر رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''لوگو! خود کو شرک اصغر سے بچاؤ۔'' صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! شرک

اصغر یعنی چھوٹا شرک کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شرک اصغر ریاکاری ہے، جس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا تو ان سے فرمائے گا، جاؤ، ان لوگوں کے پاس چلے جاؤ جن کو تم دنیا میں اپنے اعمال دکھاتے تھے، دیکھو تمہیں ان کے پاس کیا بدلہ ملتا ہے۔'' (مسند امام احمد)

ایک حدیث میں خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''میں شرکا میں سے زیادہ بے نیاز ہوں، جس نے نیک اعمال کرتے وقت میرے ساتھ کسی اور کو شریک کر دیا، میں اس عمل کو شریک کے لیے ہی چھوڑ دیتا ہوں۔'' (صحیح مسلم، الزھد: ۲۹۸۵)

ایک روایت میں ہے کہ:

''اگر کوئی شخص عمل کرتے وقت کسی غیر کو میرے ساتھ شریک کرتا ہے، وہ کام اس شخص کے لیے ہے جسے اس نے شریک ٹھہرایا ہے، اور میں اس سے بے زار ہوں۔'' (ابن ماجہ، الزھد: ۴۲۰۲)

ایک روایت میں ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ نے ریاکاری کو فتنہ دجال سے بھی خوفناک قرار دیا ہے اور اسے شرک خفی کہا ہے، پھر آپ ﷺ نے اس کی تشریح فرمائی کہ ایک آدمی کسی کو دکھانے کے لیے اپنی نماز کو خوبصورت کر کے ادا کرتا ہے۔''

(ابن ماجہ، الزھد: ۴۲۰۴)

03 قتل ناحق

انسانی جان کو اللہ تعالیٰ نے باعث حرمت قرار دیا ہے، اسے بلاوجہ قتل کرنا حرام ہے، اس کے متعلق قرآن مجید میں واضح احکام ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۝ ﴾

''اور جو شخص کسی مومن کو دانستہ قتل کر ڈالے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ

ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے، اس نے ایسے شخص کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (۴/النسآء:۹۳)

اس آیت کریمہ کے مطابق کسی کو بلا وجہ دانستہ قتل کرنا جہنم میں ابدی سزا کا باعث ہے نیز اللہ کے غضب اور اس کی لعنت کا موجب ہے، ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾

"ایسی جان کو مت قتل کرو جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حرام قرار دیا ہے ہاں حق کے ساتھ قتل کیا جا سکتا ہے۔" (۶/الانعام:۱۵۱)

اس آیت کریمہ کی رو سے قتل کی دو اقسام ہیں:

(۱) قتل ناحق جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

(۲) قتل حق جسے قتل کرنا ضروری ہے۔

قتل حق کی چار صورتیں ہیں:

(۱) قصاص کے طور پر نہ صرف جائز ہے بلکہ یہ قتل انتہائی ضروری ہے ہاں اگر مقتول کے ورثاء معاف کر دیں تو الگ بات ہے۔

(۲) شادی شدہ زانی کو قتل کرنا ضروری ہے تا کہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔

(۳) جو شخص دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے اسے بھی قتل کرنا واجب ہے۔

(۴) جو شخص ملک میں بدامنی پھیلائے اور دوسروں کو بغاوت پر اکسائے اسے بھی ٹھکانے لگانا چاہیے۔

قتل ناحق کی سنگینی کا اس امر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قیامت کے دن حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل ناحق کا فیصلہ کیا جائے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے۔

(صحیح بخاری:۶۸۶۴)

04 جادو کرنا

جادو سیکھنا اور جادو کرنا کبیرہ گناہ ہے، کیونکہ جادو سیکھنے یا کرنے سے کفر والے کام بھی کرنے پڑتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اسے سات بڑے بڑے گناہوں میں سے شمار کیا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر ۸۹) لیکن لوگوں نے اس جرم کو بہت ہلکا سمجھ رکھا ہے ہمارے ہاں یہ وبا عام ہے، دین اسلام میں جادو کرنے اور جادو سیکھنے کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ یہودیوں نے جب حضرت سلیمان علیہ السلام پر الزام لگایا کہ وہ جادو کے بل بوتے پر حکومت کرتے رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کا دفاع فرمایا کہ

﴿ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾

”حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسا کفر کبھی نہیں کیا بلکہ کفر تو وہ شیاطین کرتے تھے جو لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔“ (۲/البقرہ:۱۰۲)

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی ایک اور انداز سے آزمائش کی کہ بابل شہر میں دو فرشتوں کو بھیجا جو لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے مگر وہ واضح کر دیتے تھے کہ

﴿ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ﴾

”ہم آزمائش کے لیے بھیجے گئے ہیں لہٰذا جادو سیکھ کر تم کفر کا ارتکاب نہ کرو۔“ (۲/البقرہ:۱۰۲)

جادو کی کمائی حرام اور جادوگر کی سزا قتل ہے، نیز جو لوگ ان کے پاس جاتے ہیں تاکہ دوسروں کو اس کے ذریعے نقصان پہنچا سکیں یا ان سے انتقام لیں یا ان سے جادو کے اثرات ختم کرائیں تو ایسے لوگ بھی جادو کرنے کے جرم میں برابر کے شریک ہیں' حدیث میں ہے کہ

”جو انسان کسی کاہن یا دست شناس کے پاس جاتا ہے اور اس کی باتوں کو سچا سمجھتا ہے تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا انکار کیا ہے۔“

(مسند امام احمد)

یہ حکم ہر اس انسان کے متعلق ہے جو جادوگر کے پاس تصدیق کرنے کے لیے جاتا

ہے، اگر کوئی انسان تصدیق کرنے کے لیے نہیں بلکہ صرف تجربہ اور تفریح طبع کے لیے جاتا ہے تو شریعت نے اسے بھی بہت برا خیال کیا ہے، حدیث میں ہے کہ

''ایسے انسان کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں کی جاتی۔''

(صحیح مسلم، السلام، ۵۸۲۱)

اگر کسی پر جادو کیا گیا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کرے اور اسی سے شفا طلب کرے، جادو کا توڑ کرنے کے لیے کسی جادوگر کے پاس جانا بھی صحیح نہیں ہے، اللہ کی کلام اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ دعاؤں سے ہی اس کا علاج کیا جا سکتا ہے۔

معوذات کے علاوہ درج ذیل دعا بھی جادو کے علاج کے لیے مفید ہے۔

((أُعِيذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ))

''میں اللہ کے کامل کلمات کے ساتھ پناہ میں دیتا ہوں، ہر شیطان، موذی چیز اور نظر بد سے۔''

رسول اللہ ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما پر یہ دم کیا کرتے تھے۔

بہر حال جادو کرنا کفر ہے اور اس کی تصدیق کرنا قیامت کے دن جنت سے محرومی کا باعث ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ

''تین شخص جنت میں داخل نہیں ہوں گے، ہمیشہ شراب کا رسیا، رشتہ داری توڑنے والا، اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔'' (مسند امام احمد)

لہٰذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ خود بھی جادو نہ کرے اور نہ ہی اسے ذریعہ علاج بنائے اور تجربہ کے لیے بھی ان کے پاس نہ جائے۔

05 نماز ترک کرنا

بے نماز کے متعلق قرآن وحدیث میں بہت سخت وعید ہے۔

﴿ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴾

''پھر ان کے بعد نالائق لوگ ان انبیا کے جانشین بنے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے وہ عنقریب ''غی'' نامی جہنم میں پھینکے جائیں گے۔''

نماز کو ضائع کرنے کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کمزور ہو جاتا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا بندہ بن جاتا ہے، نماز کو با جماعت نہ پڑھنا، مسجد میں نہ جانا، بے دلی سے ادا کرنا بھی نماز کو ضائع کرنا ہے۔

اس آیت کریمہ میں نماز کو ضائع کرنے کے بعد خواہشات نفس کی اتباع کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز، خواہشات نفس کی اتباع سے روکتی ہے، چنانچہ ایک دوسرے مقام پر اس کی صراحت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنكَرِ﴾

''بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔''

(۲۹/العنکبوت:۴۵)

رسول اللہ ﷺ نے ترک نماز کی سنگینی بایں الفاظ بیان کی ہے کہ

''وہ عہد جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے وہ نماز ہے جس نے اسے ترک کیا اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔'' (مسند امام احمد)

اس لیے ہم کہتے ہیں کہ جس شخص کے نامہ اعمال میں نماز نامی کوئی چیز برآمد نہ ہوئی، اس کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسی طرح جو نماز کا منکر ہے وہ بھی دین اسلام سے خارج ہے، اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے البتہ وہ شخص جو کبھی کبھار محض سستی اور کاہلی کی وجہ سے اسے ادا نہیں کرتا وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ

''آدمی کو کفر وشرک سے ملا دینے والی چیز ترک نماز ہے۔''

(صحیح مسلم، الایمان:۸۲)

بہر حال ترک نماز بہت خطرناک معاملہ ہے خواہ انکار کی وجہ سے ہو یا اس کا سبب

سستی وغیرہ ہو۔اس کا انجام انتہائی برا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص نماز کی حفاظت اور پابندی کرے گا، نماز اس کے لیے قیامت کے دن نور، برھان اور نجات کا باعث ہوگی اور جو اس کی پابندی نہیں کرے گا تو وہ اس کے لیے نور بنے گی نہ برھان ونجات اور وہ قیامت کے دن فرعون، قارون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔'' (مسند امام احمد)

محدثین نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بے نماز کا حشر ان چار ملعون لوگوں کے ساتھ اس لیے ہوگا کہ نماز سے دور کرنے والی چیز یا تو دولت ہوگی یا بادشاہت یا وزارت یا تجارت۔اگر مال ودولت جمع کرنے میں مصروف رہا تو قارون کے ساتھ ہوگا، اگر بادشاہت کے چکر میں رہا تو فرعون کے ساتھ، اور اگر وزارت کی خاطر نماز کو ضائع کرتا رہا تو ہامان کے ساتھ اور اگر تجارت کی وجہ سے نماز کا خیال نہ رکھا تو ابی بن خلف کے ساتھ اسے اٹھایا جائے گا۔

بہرحال ہم نے اس پہلو پر بہت غور کرنا ہے۔اگر نماز کی پابندی نہ ہوسکی تو قبر وحشر میں ناکامی کے علاوہ کچھ بھی ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا، چنانچہ حدیث میں ہے کہ

''قیامت کے دن بندہ سے اولین حساب نماز کا لیا جائے گا، اگر نماز درست برآمد ہوئی تو اسے کامیاب قرار دیا جائے گا اور اگر نماز میں نقص نکلا تو اسے خسارہ پانے والوں میں شمار کیا جائے گا۔'' (جامع ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۝ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۝﴾

''تمہیں کس چیز نے جہنم میں داخل کیا، وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازیوں سے نہیں تھے۔ مساکین کو کھانا کھلانے کا اہتمام نہیں کرتے تھے، بحث کرنے والے (انکاریوں) کا ساتھ دے کر بحث مباحثہ میں مشغول رہا

کرتے تھے اور قیامت کے دن کی بھی تکذیب کرتے تھے یہاں تک کہ
ہمیں موت آئی، ایسے لوگوں کو کسی سفارشی کی سفارش کام نہیں دے گی۔''

(۷۴/المدثر:۴۲تا۴۸)

مندرجہ بالا قرآنی آیات اور احادیث کے پیش نظر ہمیں خود بھی نماز کا پابند رہنا چاہیے اور اپنی اولاد کو بھی اس کی تلقین کرتے رہنا چاہیے۔

06 زکوٰۃ روکنا

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حلال اور پاکیزہ کمائی میں یتیموں، غریبوں کا حصہ بھی رکھا ہے جسے زکوٰۃ کہا جاتا ہے، اس کے ادا کرنے سے مال استعمال کے قابل ہو جاتا ہے، جو لوگ غریبوں کا حصہ نہیں نکالتے وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ﴾

''جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مال عطا کیا ہے وہ اس میں بخل کرتے ہیں وہ یہ خیال نہ کریں کہ یہ بخل ان کے حق میں اچھا ہے بلکہ یہ ان کے لیے بہت برا ہے، جو بخل وہ کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق بنے گا۔'' (۳/آل عمران:۱۸۰)

صحیح احادیث کے مطابق اس کا مال خوفناک طوق کی صورت میں اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اس سے زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن ایک بہت زہریلا سانپ اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا جو اپنے جبڑوں سے اسے پکڑ کر کہے گا میں تیرا مال اور تیرا خزانہ ہوں۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا آیت کو تلاوت فرمایا۔

(صحیح بخاری، الزکوٰۃ:۱۴۰۳)

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ ﴾

''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس سے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں المناک قسم کے عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے! جس دن اس سونے اور چاندی کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ خزانہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا لہٰذا اب تم اپنی جمع شدہ دولت کا مزہ چکھو۔'' (۹/التوبہ:۳۵)

رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''جو سونے اور چاندی کا مالک اس کا حق ادا نہیں کرے گا تو اس کے خزانے کو آگ کی پلیٹوں کی شکل دے کر جہنم میں خوب گرم کیا جائے گا، پھر ان کے ذریعے اس کے پہلو، پیشانی، اور پشت پر داغ لگائے جائیں گے، جب وہ ٹھنڈی ہو جائیں گی تو انہیں دوبارہ گرم کیا جائے گا اور اس کے ساتھ اس دن مسلسل یہی ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے بالآخر جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تب اسے جنت کا راستہ لینا ہوگا یا جہنم رسید ہوگا۔''

(صحیح مسلم، الزکوٰۃ:۲۲۹۰)

ان تینوں اعضا کو داغنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب بخیل مالدار کسی فقیر تنگ دست کو دیکھتا ہے تو اس کی پیشانی پر شکن پڑ جاتی ہے اور اپنے پہلو کے ساتھ اس سے اعراض کرتا ہے جب وہ فقیر اس کے قریب آتا ہے تو اپنی پشت کو دوسری طرف کر کے اس سے روگردانی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس لیے قرآنی آیت میں ان تینوں اعضا کو داغنے کے ساتھ خاص کیا گیا ہے تاکہ جیسا عمل ویسی ہی سزا کا مصداق ہو سکے۔ واللہ اعلم۔

(07) سود خوری

سود خوری بہت خطرناک جرم ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے مترادف قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾

”اگر تم نے سود خوری کو ترک نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔“ (۲/البقرہ:۲۷۹)

اس قدر سنگین وعید دیگر کسی جرم کے متعلق نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن سود خور کی کیفیت کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ﴾

”جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن یوں کھڑے ہوں گے جیسے شیطان نے کسی شخص سے لپٹ کر اسے مخبوط الحواس کر دیا ہو“ (۲/البقرہ:۲۷۵)

مفسر قرآن حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ سود خور قیامت کے دن دیوانہ اور پاگل ہو کر اٹھے گا، یہ ان کی علامت ہوگی جس سے ان کو پہچانا جائے گا۔ (ابن کثیر)

سود ایک ایسا جرم ہے جو متعدد لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا، جس شخص کا کسی بھی حوالہ سے اس کاروبار سے تعلق ہوگا اسے شریعت نے ملعون قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

”سود لینے والا، دینے والا، لکھنے والا، اس پر گواہی دینے والا، سب پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے اور یہ سب جرم میں برابر کے شریک ہیں۔“ (صحیح مسلم، المساقاۃ:۴۰۹۳)

واضح رہے کہ سودی قرضے دو طرح کے ہوتے ہیں:

1. ذاتی قرضے جو انسان اپنی ذاتی ضروریات کے لیے لیتا ہے۔
2. تجارتی قرضے جو کاروباری ضروریات کے لیے بنک سے لے لیے جاتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن کریم نے صرف ذاتی قرضوں پر سود لینے کی مذمت کی ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے، چونکہ تجارتی قرضوں کا اس وقت رواج نہیں تھا لہٰذا اس پر سود لینا حرام نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بات سرے سے ہی غلط ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں تجارتی قرضے لینے دینے کا کاروبار ہوتا تھا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ تجارتی قرضے دینے کا کاروبار کرتے تھے جسے رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ایک عام اعلان کے ذریعے ختم کر دیا تھا، اس کے علاوہ قرآن کریم نے لفظ ''ربا'' استعمال کیا ہے جو ذاتی اور کاروباری دونوں قسم کے قرضوں کو شامل ہے، اس لیے ایک مسلمان کو یہی زیب دیتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے تو وہ اپنا سر تسلیم خم کر دے، اس کے لیے جواز یا نرم گوشہ نہ تلاش کرے۔

08 بلا وجہ روزہ ترک کرنا

روزہ ارکان اسلام میں سے ہے، اس کے ذریعے اکل وشرب اور جنسی شہوات سے روکنے کا مقصد انسان میں تقویٰ اور پرہیزگاری کو پیدا کرنا ہے نیز اسے دوسروں کی مشکلات کا احساس دلوانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''روزہ ڈھال ہے اس کے ذریعے بندہ آگ سے اپنے بچاؤ کا سامان کر لیتا ہے۔'' (مسند امام احمد: ص ۲۴۱، ج ۳)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''جو بندہ اللہ کے راستے میں ایک دن کا روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس ایک دن کے عوض اس کے چہرے کو ستر سال کی مسافت پر جہنم سے دور کر دیں گے۔''

(صحیح بخاری، الجہاد: ۲۸۴۰)

لیکن جو انسان ماہ رمضان میں روزے کا ادب واحترام نہیں کرتا اور اسے بلا وجہ ترک کر دیتا ہے اس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بددعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے تباہ و برباد کرے اور اسے اپنی رحمت سے دور رکھے اور اس بددعا پر حضرت جبریل علیہ السلام نے آمین کہی ہے۔ (مسند امام احمد: ص ۲۴۶، ج ۲)

رسول اللہ ﷺ نے روزے کی بے حرمتی کرنے والوں کا انجام بایں الفاظ بیان کیا ہے فرماتے ہیں:

''میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ ایڑیوں سے بندھے ہوئے اوندھے منہ لٹکے ہوئے ہیں اوران کی باچھوں کو چیرا جا رہا ہے، اوران سے خون بہہ رہا ہے میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتے نے بتایا کہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے روزہ افطار کر لیتے تھے۔'' (مستدرک حاکم،ص ۴۳۰، ج۱)

اس حدیث میں ان لوگوں کی سزا بیان ہوئی ہے جو روزہ رکھنے کے بعد قبل از وقت اسے افطار کر لیتے تھے، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جو لوگ روزہ بالکل نہیں رکھتے ان کی سزا کیسی ہوگی؟

09 قدرت کے باوجود حج نہ کرنا

فریضہ حج کی ادائیگی بھی ارکان اسلام میں سے ہے، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''جس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے حج کیا، اس کی ادائیگی کے دوران شہوانی فعل اور ہر قسم کی بدعملی سے اس نے اجتناب کیا تو اپنے گھر اس طرح واپس ہوگا جسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔''

(صحیح بخاری، الحج:۱۵۲۱)

اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾

''لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس کے گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی کفر کا راستہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔'' (۳/آل عمران:۹۷)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حج کرنے کو اپنا حق قرار دیا ہے اور اس سے

روگردانی کرنے کو کفر کی راہ اختیار کرنا کہا ہے۔

حافظ ابن حجر نے سنن سعید بن منصور کے حوالہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ

''میں نے پختہ عزم کرلیا ہے کہ مختلف شہروں میں اپنے کارندے بھیجوں وہ جائزہ لیں اور دیکھیں کہ جو مسلمان استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتا اس پر جزیہ عائد کردیں کیونکہ ایسے لوگ مسلمان نہیں ہیں۔''

(تلخیص الحبیر ص۲۲۶، ج۲)

حدیث میں ہے کہ

''جس آدمی کے پاس زادراہ ہے اور ایسی سواری بھی میسر ہے جو اسے بیت اللہ تک پہنچا سکے، اس کے باوجود وہ حج نہیں کرتا ایسے شخص کے متعلق کوئی پروانہیں ہے کہ وہ یہودی یا نصرانی ہوکر مرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے ذمے اللہ کا حق ہے کہ جو شخص اس کے گھر پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا ضرور حج کرے۔'' (جامع الترمذی، الحج:۸۱۲)

اس کی سند اگرچہ کمزور ہے لیکن اگر آخر میں دی ہوئی آیت کریمہ کے تناظر میں اس حدیث کو دیکھا جائے تو معنوی اعتبار سے بالکل صحیح ہے چنانچہ امام بیہقی کہتے ہیں کہ اس کی سند کمزور ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بالکل صحیح ہے کہ ایسا شخص یہودی یا عیسائی ہوکر مر جائے تو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

ان احادیث وہ آثار کی روشنی میں بلاوجہ حج ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے جس پر سخت وعید ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

''جو حج کرنا چاہتا ہے وہ جلدی کرے کیونکہ اسے بیماری آسکتی ہے، سواری گم ہوسکتی ہے، یا کوئی حاجت وضرورت حائل ہوسکتی ہے۔''

(مسند امام احمد، ص۲۱۴ ج۱)

بہرحال دین اسلام میں حج بیت اللہ کی بہت اہمیت ہے اور بلاوجہ اس سے اعراض کرنا انتہائی سنگین جرم ہے۔

(10) والدین کی نافرمانی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں کہیں اپنے حقوق بیان کیے ہیں ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر کیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تَعْبُدُونَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾

''اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔''

(۲/البقرہ:۸۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

''اللہ کی رضا مندی والد کی خوشنودی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی برہمی میں ہے۔ (جامع ترمذی، البر والصلہ:۱۸۹۹)

نیز رسول اللہ ﷺ نے والدین کی نافرمانی کو بڑے بڑے گناہوں سے ایک گناہ قرار دیا ہے۔(صحیح بخاری:۲۶۵۳) شریعت اسلامیہ نے والدین کی نافرمانی کو بہت بڑا جرم قرار دیا ہے اور نافرمان اولاد کے لیے سخت تنبیہ کی ہے اور اسے دنیا و آخرت کے بدترین انجام سے آگاہ کیا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا، ان میں ایک والدین کی نافرمانی کرنے والا، دوسرا شراب کا رسیا اور تیسرا صدقہ دے کر احسان جتلانے والا۔'' (سنن نسائی، الزکوٰۃ:۲۵۶۳)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تین قسم کے آدمیوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر رکھی ہے، ان میں سے ایک شراب کا عادی، دوسرا والدین کا نافرمان اور تیسرا دیوث یعنی اپنے اہل خانہ کی بے غیرتی اور فحاشی کو گوارا کرنے والا۔'' (مسند امام احمد، ص۳۱۴، ج۳)

ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو والدین پر لعنت کرتا ہے۔

(مسند امام احمد، ص۱۱۸، ج۱)

اللہ تعالیٰ بہت بردبار ہے لیکن والدین سے بدسلوکی کرنے والے کو دنیا میں نقد سزا

دیتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

”ظلم اور قطع رحمی سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں کہ اس کے مرتکب کو دنیا میں بھی جلدی سزا دی جاتی ہے اور آخرت میں بھی اس کا عذاب جمع رکھا جاتا ہے۔“ (مسند احمد: ۲۵، ج ۵)

والدین کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾

”تم انہیں اف تک نہ کہو اور نہ ہی انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے ادب واحترام کے ساتھ بات کرو۔“ (۱۷/ بنی اسرائیل: ۲۳)

بہر حال والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے اور مظلوم والد کی بدعا اپنی نافرمان اولاد کے متعلق بہت جلد قبول ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بلاشبہ تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں، مظلوم کی دعا، مسافر کی اللہ سے درخواست اور والد کی اپنی نافرمان اولاد کے خلاف بددعا۔“

(مسند امام احمد، ص ۲۵۸، ج ۲)

(11) یتیم کا مال ہڑپ کرنا

دین اسلام میں ہمیں یتیم کے ساتھ شفقت اور مہربانی کی تلقین کی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اکٹھے ہوں گے، صرف تھوڑا سا فرق ہوگا۔“ (صحیح بخاری، الادب: ۶۰۰۵)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو خصوصی طور پر فرمایا ہے

﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝﴾

”یتیم پر سختی نہ کرو اور سائل کو مت جھڑکو۔“ (۹۳/ الضحیٰ: ۹، ۱۰)

یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنا بہت بڑی نیکی ہے، اس کے برعکس یتیم کے ساتھ زیادتی اور اس کے مال پر ہاتھ صاف کرنا انتہائی نازیبا حرکت ہے۔ قرآن کریم نے اس کی

سنگینی کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾

"جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں، عنقریب وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔"

(۴/النسآء:۱۰)

رسول اللہ ﷺ نے یتیم کا مال ہضم کرنے کو ہلاکت خیز گناہوں سے شمار کیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ

"تم سات تباہ کن گناہوں سے اجتناب کرو، صحابہ کرام نے عرض کیا وہ کون کون سے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ان گناہوں کی تفصیل بتائی ان میں سے ایک یتیم کا مال ناجائز طور پر ہڑپ کرنا ہے۔" (صحیح بخاری، الوصایا:۲۷۶۶)

جو لوگ انتظامی معاملات کی صلاحیت نہیں رکھتے انہیں رسول اللہ ﷺ نے خاص طور پر وصیت فرمائی ہے کہ وہ مال یتیم کے پاس نہ جائیں اور نہ ہی ان کی سرپرستی قبول کریں۔ آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو خصوصی طور پر فرمایا:

"اے ابوذر! میرے خیال کے مطابق تم انتظامی معاملات میں کمزور ہو اور میں تیرے لیے وہی چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا اور کبھی مال یتیم کی ذمہ داری قبول نہ کرنا۔"

(سنن النسائی، الوصایا:۳۶۹۷)

قرآن کریم میں یتیم کے مال کے قریب جانے کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی ہے کہ اسے کاروبار میں لگا کر خوب بڑھایا جائے تاکہ انہیں فائدہ پہنچے۔

(12) پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانا

پاک دامن عورت کو تہمت لگانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی طرف زنا یا بدکاری کی نسبت کی جائے، یہ بہت بڑا جرم ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسے سات ہلاکت خیز گناہوں میں شمار کیا ہے، لوگ اسے معمولی خیال کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا جرم

ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴾

''جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی اہل ایمان خواتین پر تہمت لگاتے ہیں، ان پر دنیا میں بھی لعنت ہے اور آخرت میں بھی اور قیامت کے دن انہیں بہت بڑا عذاب ہوگا۔'' (۲۴/النور:۲۳)

نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا، اس میں بتایا کہ آپ نے ہمیں گندے کاموں، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے، پاک دامن عورت پر تہمت لگانے سے منع کیا ہے۔'' (مسند امام احمد،ص۲۰۲،ج۱)

جھوٹ اور اس کی انواع

جھوٹ ایک ایسی مہلک اور متعدی بیماری ہے کہ اس سے بے شمار معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ جھوٹا انسان بظاہر غلط بیانی کر کے اپنا کوئی فائدہ حاصل کر لیتا ہے یا کسی نقصان سے بچ جاتا ہے، لیکن جب اس کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے تو اسے انتہائی رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے پھر قیامت کے دن بھیانک عذاب اور ذلت و بدنامی سے دوچار ہونا پڑے گا، معاشرہ میں ایسے بے شمار لوگ ہیں جن کے جھوٹے کردار کی وجہ سے خود اہل خانہ بھی ان پر اعتماد نہیں کرتے، رسول اللہ ﷺ نے بڑے جامع الفاظ میں صداقت و جھوٹ پر تبصرہ فرمایا ہے۔ فرمان نبوی ہے:

''سچائی انسان کو نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی انسان کو جنت میں لے جاتی ہے، آدمی مسلسل سچ بولتا رہتا ہے بالآخر اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے صدیق لکھ دیا جاتا ہے جبکہ جھوٹ، فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور جہنم کا پیش خیمہ ہیں، آدمی مستقل طور پر جھوٹ بولتا رہتا ہے، بالآخر اللہ کے

ہاں اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری، الادب: ۶۰۹۴)

جھوٹ کی سنگینی کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''انسان سے اسلام لانے کے بعد ہر گناہ کا صدور ممکن ہے لیکن جھوٹ اور خیانت کا ارتکاب اس سے انتہائی بعید ہے۔'' (مسند امام احمد)

ذیل میں جھوٹ کی چند انواع کو بیان کیا جاتا ہے تاکہ ہم ان کی روشنی میں اپنے کردار کا اندزہ کر سکیں۔

(13) اللہ پر جھوٹ

اللہ تعالیٰ پر جو انسان کا خالق اور مالک ہے اور اس کا پروردگار نیز روزی رساں ہے، وہ انسان کس قدر بے حیا ہوگا جو اللہ پر جھوٹ کہنے سے باز نہیں آتا، اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی اس قبیح عادت کو بیان کیا ہے کہ یہ لوگ اپنی طرف سے ایک بات بناتے ہیں پھر اسے اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ﴾

''ایسے لوگوں کے لیے تباہی و بربادی ہے جو کتاب اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ کچھ مفاد حاصل کر لیں۔''

(۲/البقرہ: ۷۹)

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ لوگ کامیاب نہیں ہوں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴾

''جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھنے سے باز نہیں آتے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔'' (۱۶/النحل: ۱۱۶)

ان کے متعلق اخروی سزا بایں الفاظ بیان فرمائی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَوْمَ الْقِيَٰمَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ ۚ أَلَيْسَ فِي

جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ۞﴾

''جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ بولا تھا، قیامت کے دن آپ انہیں دیکھیں گے کہ ان کے چہرے سیاہ ہو رہے ہوں گے، کیا تکبر کرنے والوں کے لیے جہنم ٹھکانہ نہیں ہے۔'' (۳۹/الزمر: ۶۰)

جھوٹ کی یہ بدترین قسم ہے کہ انسان خالق کائنات پر جھوٹ باندھے اور افترا کو اس کی طرف منسوب کرے۔

(14) رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے:

''رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی سنگینی۔''

پھر چند احادیث اس عنوان کے تحت ذکر کی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھ پر جھوٹ نہ کہو، جس شخص نے میرے ذمہ کوئی جھوٹ لگایا وہ آگ میں داخل ہوگا۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر ۱۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کثرت سے احادیث بیان کرنے میں یہ امر مانع ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے

''جس شخص نے مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر ۱۰۸)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''جس شخص نے میرے ذمہ ایسی بات لگائی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر ۱۰۹)

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میرے اوپر جھوٹ باندھنا میرے علاوہ کسی دوسرے پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے اور جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانا

آگ میں پکڑ لے۔"

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کی یا جس نے ایسی بات روایت کی جبکہ اسے جھوٹ ہونے کا علم ہے تو ایسا انسان بھی جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک ہے۔" (صحیح مسلم)

ان آیات واحادیث کے پیش نظر ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ کہنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

15 جھوٹا خواب بیان کرنا

بعض لوگ ایسے جھوٹ کو بڑی بے باکی سے بیان کرتے ہیں جسے پکڑا نہ جا سکتا ہو مثلاً جھوٹا خواب بیان کرنا، تا کہ اپنے تقدس کو بزور منوایا جائے، رسول اللہ ﷺ نے ایسا کام کرنے کے متعلق سخت وعید فرمائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے دیکھے بغیر جھوٹا خواب بیان کیا، قیامت کے دن اسے جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگانے پر مجبور کیا جائے گا لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکے گا۔" (صحیح بخاری، التعبیر: ۷۰۴۲)

ایک دوسرے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی ایسا خواب بیان کرے جسے اس نے دیکھا ہی نہیں ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث نمبر ۷۰۴۳)

ان احادیث کے پیش نظر ہمیں اس بات سے احتراز کرنا چاہیے کہ ہم اپنی بزرگی کو ثابت کرنے کے لیے جھوٹے اور خلاف واقع خواب بیان کرنا شروع کر دیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہت سنگین ہے۔

16 جھوٹی گواہی دینا

آج کل جھوٹی گواہی کا عام رواج ہے کیونکہ فیصلے گواہی کی بنیاد پر ہوتے ہیں، اس لیے جھوٹی گواہی دینے کے لیے عدالتوں میں بڑی آسانی سے ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو کچھ پیسے لے کر جھوٹی گواہی دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے۔

﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴾

''بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی گواہی دینے سے اجتناب کرو۔'' (۲۲/الحج:۳۰)

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی تعریف بایں الفاظ کی ہے:

﴿ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ﴾

''اللہ کے بندے وہ ہیں جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور جب کبھی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شریف آدمیوں کی طرح وہاں سے گزر جاتے ہیں۔''

(۲۵/الفرقان:۷۲)

رسول اللہ ﷺ نے اسے بڑے بڑے گناہوں سے شمار کیا ہے فرمایا:

''کیا میں تمہیں بڑے بڑے گناہوں سے آگاہ نہ کروں۔'' ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں ضرور ان سے آگاہ فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بولنا۔'' آپ ﷺ پہلے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے پھر آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، اس آخری بات کو اتنی مرتبہ دہرایا کہ ہم دل ہی دل میں یہ تمنا کرنے لگے کاش آپ خاموشی اختیار کر لیں۔

(صحیح بخاری، الشہادات:۲۶۵۴)

عدالتی جھوٹی گواہی، ہر جھوٹی شہادت اس حکم میں شامل ہے مثلاً جعلی تعلیمی سند، غلط شناختی کارڈ، نقلی دستاویزات، فرضی اقرار نامے اور جعلی کرنسی وغیرہ یہ تمام جھوٹی گواہی کے ضمن میں آتے ہیں۔

(17) عام گفتگو میں جھوٹ بولنا

بعض لوگ عام گفتگو میں جھوٹ بولنے کے عادی ہوتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اسے منافقت کی علامت قرار دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''جس شخص میں چار عادتیں ہوں، وہ پکا منافق ہے اور جس شخص میں ان میں سے ایک عادت ہے تو اس میں نفاق کی عادت ہے، جب تک وہ اسے چھوڑ نہ دے نفاق کی وہ خصلتیں یہ ہیں:

① جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے

② جب بات کرے تو جھوٹ بولے

③ جب عہد کرے تو خلاف ورزی کرے

④ جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ بکے۔'' (صحیح بخاری، الایمان:۳۴)

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو خواب میں سخت عذاب میں گرفتار دیکھا تو اس کے متعلق دریافت کیا یہ کون ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ یہ آدمی جب گھر سے نکلتا ہے تو ایسا جھوٹ بولتا ہے جو دور دور تک پھیل جاتا ہے۔ (صحیح بخاری، التعبیر:۷۰۴۷)

اس لیے ہمیں جھوٹ کی ان تمام انواع سے پرہیز کرنا چاہیے۔

بدکاری اور اس کی اقسام

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ۝﴾

''وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں' سوائے اپنی بیویوں اور کنیزوں کے جو ان کے قبضہ میں ہوں۔ کیونکہ ان کے معاملہ میں ان پر کوئی ملامت

نہیں، البتہ ان کے سوا جو کوئی اور ذریعہ چاہے تو ایسے ہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔" (۲۳/المؤمنون:۵۔۷)

اس ہدایت ربانی کے دو مفہوم ہیں ایک یہ کہ وہ اپنے مقام ستر کو ڈھانپ کر رکھتے ہیں اور کسی کے سامنے کھولتے نہیں ہیں اور نہ ہی ایسا عریاں لباس پہنتے ہیں کہ بدن کے اعضاء مستورہ نظر آتے رہیں، دوسرا یہ کہ وہ اپنی عفت و عصمت کی پوری پوری نگہداشت کرتے ہیں، بہر حال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے اپنے شہوانی جذبات اور خواہشات کی تکمیل کے لیے دو صورتیں بیان کیں ہیں۔

① وہ اپنی خواہش اپنی بیویوں سے پوری کریں۔

② وہ اپنی مملوک کنیزوں کو اس کام کے لیے استعمال میں لائیں۔

ان دو صورتوں کے علاوہ خواہشات کی تکمیل کے لیے دیگر آزادانہ اور انتہا پسندانہ صورتوں کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، ان میں زنا، لواطت، ہم جنسی پرستی، مشت زنی الغرض شہوت رانی کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز ہیں' ہم صرف دو صورتوں کو کبیرہ گناہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

(18) زنا

یہ بہت گھناؤنا جرم ہے اس کی کچھ اقسام دوسری قسموں سے زیادہ سنگین ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝ ﴾

"اور زنا کے قریب نہ جاؤ کیونکہ یہ بڑی بے حیائی اور انتہائی برا راستہ ہے۔"

(۱۷/الاسرآء:۳۲)

اس برائی کا ارتکاب اگر کنوارہ انسان کرتا ہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں اور برسر عام اسے سزا دی جائے، اس سلسلہ میں کوئی ترس نہیں آنا چاہیے اور اگر شادی شدہ اس قسم کی برائی کرے تو اسے پتھر مار مار کر ختم کر دیا جائے، اس کے علاوہ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''زنا کرنے والا حالت زنا میں مؤمن نہیں رہتا بلکہ ایسی حالت میں ایمان نکل کر چھتری کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔'' (ابوداود، السنۃ: ۴۶۹۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''تین بدقسمت ایسے ہوں گے جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائیں گے نہ ہی انہیں نظر رحمت سے دیکھیں گے بلکہ انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کریں گے، ایک بوڑھا زانی، دوسرا جھوٹ بکنے والا حکمران اور تیسرا تکبر کرنے والا فقیر۔'' (سنن نسائی، الزکوٰۃ: ۲۵۷۶)

زنا کی انتہائی قبیح قسم یہ ہے کہ انسان اپنے پڑوسی کی بیوی سے منہ کالا کرے۔ (صحیح بخاری، الادب: ۶۰۰۱)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ہمیں خواب سنایا کہ

''میرے پاس حضرت جبرائیل اور میکائیل آئے اور انہوں نے مجھے ایک ایسا تنور دکھایا جس کا منہ بہت تنگ اور پیندا انتہائی وسیع تھا، اس میں بہت شور وغل ہو رہا تھا، میں نے اس میں جھانک کر دیکھا تو اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں نظر آئیں، ان کے نیچے آگ کے تیز شعلے تھے، شعلوں کی وجہ سے وہ تنور کے پاس آ جاتے، اچانک آگ مدھم ہونے کے بعد دھڑام سے گر پڑتے، ان کے ساتھ یہی برتاؤ کیا جاتا ہے، میرے سوال کرنے پر انہوں نے بتایا کہ یہ زنا کرنے والے مرد اور عورتیں ہیں، قیامت تک انہیں اسی عذاب میں مبتلا رکھا جائے گا۔'' (صحیح بخاری، تعبیر الرویا: ۷۰۴۷)

واضح رہے کہ شریعت میں جو چیزیں حرام اور ناجائز ہیں، ان کے متعدد نقصانات اور مفاسد کی وجہ سے انہیں حرام کیا گیا ہے، زناکاری کا شمار بھی انہیں چیزوں سے ہے، اس کے ارتکاب سے پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

"جس قوم میں بے حیائی اور زنا کاری عام ہو جائے حتیٰ کہ اعلانیہ اس کا ارتکاب کیا جائے تو اس قوم میں طاعون اور اس جیسی دیگر خبیث بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں کہ پہلے لوگوں میں ان کا نشان تک نہیں ہوتا۔"

(ابن ماجہ، الفتن: ۴۰۱۹)

نیز اس بدکاری کی ایک خرابی یہ ہے کہ اس سے عداوت و دشمنی پیدا ہوتی ہے، بغض و حسد پروان چڑھتا ہے، معاملہ قتل و غارت تک پہنچ جاتا ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں ایسی غیرت پیدا ہوتی ہے کہ انسان اپنی بیٹی، بہن، بیوی کو قتل کر دیتا ہے۔

اس زنا کی وجہ سے خاندانی شرافت اور حسب و نسب بھی تباہ ہوتا ہے کیونکہ حرام بچے کو کوئی قبول کرنے والا نہیں ہوتا، اس کا کوئی باپ، بھائی، یا چچا بننے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اس کے نتیجہ میں قبیلہ اور خاندان وجود میں نہیں آتا جو اس پیدائش کا مقصد اعلیٰ ہے۔ بدکاری کی وجہ سے انسان تنگ دستی اور فاقہ کشی میں گرفتار ہو جاتا ہے کیونکہ بدکار انسان کو ایک ہی فکر ہوتی ہے کہ اس کی داشتہ خوش رہے اور اسے خوش رکھنے کے لیے اپنے مال کو پانی کی طرح بہا دیتا ہے، آخرکار ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو کر خود محنت و مشقت اور ہر قسم کے روزگار سے دستبردار ہو جاتا ہے۔

الغرض زنا کے بہت سے دینی اور دنیاوی مفاسد ہیں جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اسے حرام ٹھہرایا ہے۔

(19) لواطت

بدکاری کی ایک گھناؤنی قسم لواطت اور غیر فطری فعل ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو جس قوم کی طرف مبعوث فرمایا وہ ایسے گندے کاموں میں مبتلا تھی، وہ اپنی شہوت عورتوں کے بجائے لڑکوں سے پوری کرتے تھے، عقل سلیم اور فطرت مستقیم اس شرمناک، حیا سوز اور غیر فطری عمل سے حد درجہ نفرت کرتی ہے، قوم لوط کے واقعات کو اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات میں بیان کیا ہے چنانچہ جب فرشتے خوبصورت بے ریش لڑکوں کی شکل میں ان کے گھر آئے تو انہیں بہت پریشانی لاحق ہوئی، ادھر قوم کے لوگ دوڑتے

ہوئے ان کے گھر آ گئے اور مہمانوں کو اپنے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا اور حضرت لوط علیہ السلام نے مہمانوں کا دفاع کرنے کی خاطر کہا یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں، میں تم سے ان کا نکاح کر دیتا ہوں، اور یہی تمہارے لیے پاکیزہ راستہ ہے، مہمانوں کا مجھ سے مطالبہ نہ کرو اور نہ ہی ان کے سامنے مجھے رسوا کرو اور انہیں عار دلائی کہ تم شرم وحیا اور بدکرداری کی تمام حدیں پھاند گئے ہو اور تم میں سے کوئی بھی ایسا بھلا انسان اور شریف آدمی موجود نہیں رہا جو دوسروں کو سمجھا سکے یا میری بات مان لے لیکن قوم کا مزاج اس قدر بگڑ چکا تھا کہ اخلاقی انحطاط کی وجہ سے ان میں حلال کام کے متعلق کوئی دلچسپی نہ تھی، ان کی تمام تر توجہ مکروہ، حرام اور خلاف فطرت فعل پر ہی مرکوز ہو کر رہ گئیں تھیں، جب کوئی قوم حرام کاموں کی نہ صرف عادی ہو جائے بلکہ اس میں دلچسپی لینے اور فخر محسوس کرنے لگے تو ایسی قوم کا علاج یہی ہے کہ اسے صفحہ ہستی سے نیست ونابود کر کے اللہ کی زمین کو ایسی نجاست سے پاک کر دیا جائے، چنانچہ قوم لوط نے بڑی بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ کہا کہ تمہاری بیٹیوں سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں اور تم جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں، حضرت لوط علیہ السلام نے اس موقع پر بے بسی کے عالم میں فرمایا:

﴿ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴾

''کاش میں تمہارا مقابلہ کر سکتا، یا کسی مضبوط سہارے کی طرف پناہ لے سکتا۔'' (۱۱/ھود: ۸۰)

حضرت لوط علیہ السلام کی بے بسی کے الفاظ سن کر فرشتے چپ نہ رہ سکے اور کہنے لگے کہ آپ اتنے پریشان نہ ہوں ہم لڑکے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے فرستادہ فرشتے ہیں یہ لوگ ہمارا اور تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان پر جو عذاب مسلط کیا ان کی بایں الفاظ کیفیت بیان کی گئی ہے:

﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ﴾

''پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اس بستی کے اوپر کے حصے کو نچلا بنا دیا پھر

ان پر کھنگر کی قسم کے مسلسل پتھر برسائے جو تیرے پروردگار کے ہاں سے نشان زدہ تھے۔" (۱۱/ھود:۸۳)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے شہر سدوم اور اس کے آس پاس کی بستیوں کو جو ان بدکاروں کا مسکن تھا، اس پورے خطے کو اکھاڑ کر اپنے پروں پر اٹھایا اور سخت چیخ سے انہیں مدہوش کیا پھر فضا میں بلندی پر لے جا کر خطے کو الٹا کر زمین پر پٹخ دیا، اس کے بعد اوپر سے مسلسل پتھر برسائے، پتھر بھی عام نہ تھے بلکہ مخصوص علامت والے تھے جو ان جرم پیشہ لوگوں کے لیے تیار کیے گئے تھے چنانچہ یہ خطہ زمین سطح سمندر سے ۴۰۰ کلومیٹر نیچے چلا گیا اور اوپر پانی آ گیا یہی پانی بحر میت یا غرقاب لوطی کہلاتا ہے۔

قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم لوط پر چار قسم کا عذاب مسلط ہوا:

① اللہ تعالیٰ نے انہیں قوت بصارت سے محروم کر کے بالکل اندھا کر دیا۔

② فرشتے کی سخت چیخ سے ان کے دل پھٹ گئے اور حواس باختہ ہو گئے۔

③ انہیں زمین سے اٹھایا پھر بلندی پر لے جا کر نیچے پٹخ دیا۔

④ اوپر پتھروں کی بارش برسائی، اس طرح انہیں صفحہ ہستی سے نابود کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو باعث لعنت قرار دیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے:

"اللہ تعالیٰ قوم لوط کا عمل کرنے پر لعنت کرے۔" (نسائی، الحدود)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ لواطت کا اندیشہ ہے۔"

(ابن ماجہ، الحدود:۲۵۶۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے۔"

(ابوداود، الحدود:۴۴۶۲)

اسی طرح اپنی بیوی سے غیر فطری فعل کرنا بھی باعث لعنت ہے، نیز جو انسان کسی حیوان سے اس طرح کا برا کام کرتا ہے اس کے متعلق بھی حدیث میں سخت وعید آئی ہے کہ "برا کام کرنے والے اور حیوان دونوں کو قتل کر دیا جائے۔" (ابوداود، حدیث:۴۴۶۴)

الغرض اپنی بیوی اور کنیز کے علاوہ جتنے بھی اپنی شہوت مٹانے کے راستے ہیں وہ سب حرام اور بے حیائی پر مبنی ہیں، خواہ وہ ہم جنسی پرستی کی شکل میں ہو یا اغلام بازی یا قوم لوط کے عمل سے اس خواہش کو پورا کیا جائے، سب بے حیائی اور بے غیرتی پر مبنی ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

(20) قطع رحمی

اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کو اپنے قرب کا ذریعہ قرار دیا اور قطع رحمی کو باعث لعنت کہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝﴾

''تم سے کیا بعید ہے کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو زمین میں فساد کرو اور قطع رحمی کے مرتکب بن جاؤ۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی، انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔'' (۴۷/محمد: ۲۲، ۲۳)

اس آیت کریمہ سے قطع رحمی کی سنگینی کا پتہ چلتا ہے، قطع رحمی کیا ہے؟ رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا اور ان سے میل جول ختم کرنا قطع رحمی کہلاتا ہے، یہ بہت بڑا جرم ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو رحم کھڑا ہوا اور دامن رحمت سے چمٹ کر کہنے لگا، یہ اس کا مقام ہے جو تجھ سے قطع رحمی سے پناہ چاہے، لوگ میرے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تو پسند نہیں کرتا کہ میں اس کے ساتھ تعلقات رکھوں اور احسان کروں جو تجھے قائم رکھے اور اس سے قطع تعلق کروں جو تیرے ساتھ برا سلوک کرے، رحم نے کہا کیوں نہیں، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ ایسا ہی ہو گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے بطور تائید مندرجہ بالا آیات کو تلاوت فرمایا۔''

(صحیح بخاری، الادب: ۵۹۸۷)

اللہ تعالیٰ نے قطع رحمی کو بدترین لوگوں کا وصف قرار دیا ہے چنانچہ بدکرداروں کی تعریف بایں الفاظ کی:

﴿ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾

’’یہ لوگ اللہ کے مضبوط عہد کو توڑتے ہیں اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں کاٹ ڈالتے ہیں علاوہ ازیں زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یقیناً یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔‘‘ (۲/البقرۃ:۲۷)

ہمارے ہاں عام طور پر صلہ رحمی اسے کہا جاتا ہے کہ جو رشتہ دار ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے ہم بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں اور اسے صلہ رحمی قرار دیتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

’’حقیقت میں صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص نہیں جو بدلہ دے رہا ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ شخص ہے کہ جب اس کی رشتہ داری کو کاٹا جائے یعنی اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ اس صورت میں بھی صلہ رحمی قائم رکھے اور رشتہ داروں کو ملائے۔‘‘ (صحیح بخاری، الادب:۵۹۹۱)

رسول اللہ ﷺ نے قطع رحمی کرنے والے کے متعلق بایں الفاظ فیصلہ فرمایا:

’’قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔‘‘

(صحیح بخاری، الادب:۵۹۸۴)

21 قطع تعلقی

بہت سے مسلمان اپنے اسلامی بھائیوں سے معمولی معمولی بات پر کنارہ کشی کر لیتے ہیں۔ جس کے اسباب غیر شرعی ہوتے ہیں۔ بعض اوقات قطع تعلقی کا سلسلہ ایک عرصہ تک قائم رہتا ہے بلکہ بعض لوگ تو اس قطع تعلقی کی قسم اٹھا لیتے ہیں حالانکہ اس کے متعلق شریعت میں بہت سخت وعید آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’کسی مسلمان کے لیے جائز ہی نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ

عرصہ چھوڑے رکھے، جس نے تین دن سے زیادہ عرصہ قطع تعلقی کی اور اسی حالت میں اسے موت آ گئی تو وہ جہنم رسید ہوگا۔'' (ابوداود، الادب:۴۹۱۴)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس کی سنگینی کو بیان فرمایا کہ

''جس نے اپنے کسی بھائی سے سال بھر قطع تعلقی اور کنارہ کشی اختیار کی اس نے گویا اسے قتل کر دیا۔'' (ابوداود:۴۹۱۵)

یعنی کنارہ کشی کرنے والے کے نامہ اعمال میں قتل ناحق کا گناہ لکھ دیا جاتا ہے، مسلمانوں کے درمیان قطع تعلقی کا یہی عذاب کافی ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والے اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے محروم کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''ہفتہ میں دو بار اللہ کے حضور بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں، ایک سوموار کے دن دوسرے جمعرات کے دن۔ چنانچہ ہر بندہ مؤمن کو معاف کیا جاتا ہے، ہاں انہیں معاف نہیں کیا جاتا جن کے دلوں میں کینہ اور بغض ہو۔ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کا معاملہ مؤخر کر دو تا آنکہ وہ صلح کر کے واپس آئیں۔'' (صحیح مسلم، البر والصلہ: ۶۵۴۷)

رسول اللہ ﷺ نے ایسے حالات میں غصہ تھوک کر صلح کرنے والے کو بہتر قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

''کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دنوں سے زیادہ کنارہ کشی کرے دونوں آپس میں جب اکٹھے ہوتے ہیں تو ایک اس طرف منہ پھیر لیتا ہے اور دوسرا اس طرف منہ کر لیتا ہے دونوں میں بہتر اور افضل وہ ہے جو سلام کہنے میں پہل کرے۔'' (صحیح بخاری، الادب: ۶۰۷۷)

ہمارے نزدیک اگر کنارہ کشی کسی دینی وجہ سے ہے کہ دوسرے آدمی میں کوئی برائی پائی جاتی ہے وہ اپنے بھائی کے اعراض سے اس برائی کو ترک کرنے پر آمادہ ہو جائے تو اس صورت میں کنارہ کشی کرنا واجب ہے۔ بصورت دیگر اگر کنارہ کشی سے اس کا گناہ مزید بڑھ

جائے اور اس کے عناد و سرکشی میں مزید اضافہ ہو جائے تو ایسے حالات میں قطع تعلقی جائز نہیں ہے، اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ اس کے ساتھ خیر خواہی اور نصیحت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھے۔

(22) ظلم و زیادتی

ایک چیز کو اس کے مقام پر رکھنا عدل اور اسے دوسری جگہ پر رکھنا ظلم ہے، اللہ تعالیٰ کو ظلم کسی صورت میں پسند نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے پروردگار سے بیان کرتے ہیں:

> ''اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرنا بھی حرام ہے اس لیے تم کسی صورت میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔'' (صحیح مسلم، البر والصلہ: ۶۵۷۲)

بدترین ظلم یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ اس کی ذات و صفات اور اختیارات میں کسی غیر کو شریک کر دیا جائے اللہ تعالیٰ نے اسے ظلم عظیم کہا ہے، اس وقت ہمارا یہ موضوع نہیں بلکہ بندوں پر ظلم کرنا زیر بحث ہے چنانچہ ظلم و زیادتی ہر کسی سے سرزد ہو سکتی ہے اس لیے حکمران کا ظلم یہ ہے کہ وہ حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ نہ کریں اور اپنی رعایا کے حقوق تلف کریں، رعایا کا ظلم یہ ہے کہ وہ اپنے حکمران کی اطاعت نہ کرے بلکہ اس میں فساد اور خرابی پیدا کرنے کی کوشش کرے، ہر انسان سے ظلم ہو سکتا ہے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''دنیا کا ظلم قیامت کے دن بے شمار اندھیروں کا باعث ہوگا۔''

(صحیح مسلم، البر والصلہ: ۶۵۷۶)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

> ''اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب اسے اپنی گرفت میں لے لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا، پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ''تیرے رب کی گرفت کا حال یہی ہوتا ہے کہ جب وہ بستی والوں کو پکڑ لیتا ہے

درحقیقت وہ ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، اس کی گرفت انتہائی دردناک اور سخت ہوتی ہے۔'' (صحیح بخاری، البر والصلہ: ۴۶۸۶)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ۝ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ۝ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ۝ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝﴾

''یہ کبھی خیال نہ کرنا کہ ظلم پیشہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ ان سے بے خبر ہے، وہ تو انہیں اس دن تک کے لیے مہلت دے رہا ہے جب نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی وہ یوں اپنے سر اٹھاتے اور سامنے نظریں جماتے دوڑے جارہے ہوں گے کہ ان کی نگاہیں اپنی طرف بھی نہ مڑ سکیں گی اور دل اڑ رہے ہوں گے۔ اے نبی! آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جب عذاب انہیں آلے گا تو اس دن ظالم کہیں گے ''ہمارے رب! ہمیں تھوڑی سی مدت اور مہلت دے دے ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور رسولوں کی پیروی کریں گے، کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے، کہ تمہیں کبھی زوال نہیں آئے گا حالانکہ تم ایسی قوموں کی بستیوں میں آباد ہوئے جنہوں نے خود پر ظلم کیا اور تم پر واضح تھا کہ ان کے ساتھ ہم نے کیا سلوک کیا تھا اور تمہیں ان کے حالات بھی بتا دیئے تھے، انہوں نے خوب چالیں چلیں حالانکہ ان کی چالوں کا توڑ اللہ کے پاس موجود تھا اگرچہ ان کی چالیں ایسی

تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتے۔'' (۱۴/ابراہیم:۴۲-۴۶)

23 فخر اور خود پسندی

تکبر اور غرور انتہائی گھٹیا حرکات ہیں، ایک حقیر انسان کو تکبر کیونکر زیب دیتا ہے جو گندے اور ناپاک پانی سے پیدا ہوا ہے۔ اگر انسان اپنی اصلیت اور انجام پر نظر رکھے تو اس کے اندر فخر اور خود پسندی کے جراثیم ہرگز پیدا نہیں ہوں گے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ اولین تکبر کرنے والا ابلیس لعین تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کرتے ہوئے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے اپنے آپ کو آتش اور حضرت آدم علیہ السلام کے خاکی ہونے کا نکتہ اٹھایا اور اس بات پر اکڑ گیا کہ آگ سے پیدا شدہ کسی خاکی کی تعظیم نہیں کر سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَٱسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴾

''اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو سب نے تعظیم کی مگر شیطان نے انکار کر دیا اور اپنے جی میں بڑا بن بیٹھا اور کفر اختیار کرنے والوں میں ہو گیا۔'' (۲/البقرہ:۳۴)

بلکہ خود پسندی اور غرور کرتے ہوئے کہنے لگا کہ:

﴿ خَلَقْتَنِى مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ ﴾

''تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔'' (۳۸/صٓ:۷۶)

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود پسندی اختیار کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْتَكْبِرِينَ ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (۱۶/النحل:۲۳)

ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت بری جگہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴾

''وہ جہنم تکبر کرنے والوں کے لیے بہت برا ٹھکانہ ہے۔'' (۱۶/النحل:۲۹)

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ

''کیا میں تمہیں آگ والوں کی خبر نہ دوں، وہ ہر تند خو، اکڑ کے چلنے والا اور تکبر کرنے والا ہے۔'' (صحیح بخاری، الکبر:۶۰۷۱)

اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے لوگ انتہائی ناپسندیدہ ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴾

''اور زمین پر اکڑ کر مت چل، کیونکہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے اور شیخی بگارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔'' (۳۱/لقمان:۱۸)

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''عزت میری ازار اور تکبر میری چادر ہے اور جو شخص اس سلسلہ میں مجھ سے کھینچا تانی کرے گا میں اسے عذاب دوں گا۔'' (صحیح مسلم:۲۶۲۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جنت میں ایسا کوئی شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ایک ذرہ برابر تکبر ہوگا۔'' ایک شخص نے کہا کہ ہر آدمی چاہتا ہے، میرا کپڑا اچھا ہو، میرے جوتے بہتر ہوں تو کیا یہ بھی تکبر ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں تو یہ حسن و جمال ہے اور اللہ تعالیٰ خود صاحب جمال ہے اور حسن و جمال کو پسند کرتا ہے، تکبر یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کر کے اسے دبا دے اور لوگوں کو حقیر خیال کرے۔'' (صحیح مسلم، الایمان:۲۶۵)

اس حدیث کے مطابق حق سے منکر ہونا اور دوسروں کو ذلیل سمجھنا تکبر کے اجزاء ترکیبی ہیں، ان سے انسان کو اجتناب کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلہ میں بایں الفاظ وعظ فرمایا ہے:

''دوزخ اور جنت کا باہمی مناظرہ ہوا، دوزخ نے کہا کہ میرے اندر بڑے

بڑے ظالم اور مغرور داخل ہوں گے، جنت نے کہا کہ میرے اندر کمزور اور مساکین داخل ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے، میں جس بندہ پر رحمت کرنا چاہوں گا وہ تیرے ذریعے کروں گا اور دوزخ سے کہا تو میرا عذاب ہے، جسے میں سزا دینا چاہوں گا تیرے ذریعے عذاب دوں گا البتہ میں نے دونوں کو بھرنا ہے۔" (صحیح مسلم، الجنۃ: ۷۱۷۲)

(24) شراب نوشی

شراب نوشی ایک بدترین جرم ہے، شراب کو اُمّ الخبائث کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ہر قسم کے فساد کی بنیاد ہے، اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ﴾

"ایمان والو! یقیناً شراب، جوا، تھان اور قسمت آزمائی کے تیر سب گندی چیزیں اور شیطانی کام ہیں۔" (۵/المآئدہ:۹۰)

بلکہ اسے انصاب کے ساتھ جوڑا گیا ہے جو اس کے حرام ہونے کے لیے مزید تاکید ہے۔

احادیث میں اس کے متعلق بہت سخت وعید وارد ہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے نشہ آور چیز پینے والوں کے متعلق اپنے اوپر یہ عہد کر رکھا ہے کہ انہیں طینۃ الخبال سے ضرور پلایا جائے گا۔" صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! طینۃ الخبال کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اہل جہنم کا پسینہ یا ان کی گندگیوں کا نچوڑ۔" (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ)

شرابی آدمی جب شراب پیتا ہے تو ایمان سے فارغ ہو جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"جب بھی کوئی شراب پینے والا شراب پیتا ہے تو وہ مؤمن نہیں رہتا۔"

(صحیح بخاری: ۶۷۷۲)

اس جرم کی خباثت درج ذیل حدیث سے واضح ہوتی ہے کہ اسے باعث لعنت قرار دیا گیا ہے اور اس لعنت نے متعدد آدمیوں کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے شراب، اس کے پینے والے، کشید کرنے والے، پلانے والے، فروخت کرنے والے، خریدنے والے، اٹھانے والے، جس کے لیے تیار کی جائے اور اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت کی ہے۔''

(ابوداود، الاشربہ:۳۶۷۴)

آج ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اس کا نام بدل کر اسے استعمال کرتے ہیں، اسے وسکی، بیئر اور الکحل وغیرہ کہا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''میری امت کے کچھ لوگ اس کا نام تبدیل کر کے اسے نوش کریں گے۔''

(مسند امام احمد، ص۳۴۲، ج۵)

یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہو رہی ہے کہ لوگ اسے راحت جان اور تسکین روح مشروب قرار دے کر نوش کرتے ہیں، ایسا کرنا شریعت کے ساتھ کھیل اور دین کے ساتھ مذاق ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

''شراب کا عادی جب مرے گا تو اللہ تعالیٰ کو اس طرح ملے گا جیسا کہ بتوں کی عبادت کرنے والا ہو۔'' (جامع صغیر، حدیث نمبر:۶۵۲۵)

آخر میں ہم شراب نوشی کرنے والوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ایک نصیحت بھری حدیث بیان کرتے ہیں: ''جس شخص نے شراب پی اور نشہ میں مست ہو گیا، چالیس دن اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی اگر اس حالت میں اس پر موت آ گئی تو جہنم میں داخل ہو گا اور اگر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا۔اگر دوبارہ پھر شراب نوشی کی اور نشہ میں مبتلا ہوا تو اللہ تعالیٰ مزید چالیس دن اس کی نمازیں قبول نہیں کرے گا، اگر یوں ہی مر گیا تو واصل جہنم ہو گا اگر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا، اگر پھر شراب نوشی کی تو اللہ تعالیٰ مزید چالیس دن تک اس کی نمازیں قبول نہیں فرمائے گا اگر اسی طرح مر گیا تو جہنم رسید ہو گا اگر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا، اگر اس کے بعد شراب نوشی سے باز

نہ آیا تو اللہ تعالیٰ کا حق ہوگا کہ اسے قیامت کے دن ردغۃ الخبال سے پلائے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ردغۃ الخبال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اہل جہنم کی گندگیوں کا نچوڑ اوران کا بدبودار پسینہ۔'' (ابن ماجہ، الاشربۃ: ۳۳۷۷)

(25) جوا کھیلنا

شراب نوشی کی طرح جوا کھیلنا بھی حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر شراب نوشی، جوا کھیلنا اور شطرنج وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے۔'' (ابوداود، الاشربۃ: ۳۶۹۶)

اللہ تعالیٰ نے بھی جوا کھیلنے کو نجس اور شیطانی عمل کہا ہے اور اس سے پرہیز کرنے کی تلقین کی ہے۔ (۵/المائدہ: ۹۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو اپنے ساتھی کو جوا کھیلنے کی دعوت دیتا ہے اسے چاہیے کہ وہ صدقہ کرلے (تاکہ اس گناہ کا کفارہ بن سکے)۔'' (صحیح بخاری، الادب: ۶۱۰۷)

اہل جاہلیت کے ہاں جوا کھیلنے کی مختلف صورتیں رائج تھیں، ان میں ایک معروف صورت یہ تھی کہ ایک اونٹ کی خریداری میں دس افراد برابر کے شریک ہوتے پھر پانسوں کے ذریعے قرعہ اندازی کرتے، جس کے تحت صرف سات افراد کو حصہ دار بنایا جاتا اور باقی تین محروم قرار پاتے، یہ جوا کی ایک قسم تھی ہمارے ہاں جوا کھیلنے کی متعدد اقسام رائج ہیں جس کی تفصیل ہم بیان کرتے ہیں:

☆ ایک شکل لاٹری کے نام سے معروف ہے کہ لوگ کچھ نمبر خریدتے ہیں، جس پر لاٹری نکالی جاتی ہے اول، دوم اور سوم آنے والوں کو انعام دیا جاتا ہے، ایسا کرنا حرام ہے اگرچہ فلاحی سکیم کے نام سے معروف ہو۔

☆ کسی شاپنگ سنٹر سے سامان خریدا جاتا ہے، اس میں کوئی خاص نمبر یا علامت ہوتی ہے، پھر قرعہ اندازی کے ذریعے انعام حاصل کرنے والوں کی تحدید کی جاتی ہے۔

☆ بیمہ کی مختلف اقسام بھی جوا کی مختلف صورتیں ہیں، خواہ گاڑی کا بیمہ ہو یا کاروبار یا عمارت یا زندگی کا، بہرحال بیمہ میں دیگر قباحتوں کے ساتھ ایک قباحت یہ بھی ہے کہ اس میں جوا کا عنصر پایا جاتا ہے۔

☆ جوا کھیلنے کے لیے مخصوص کلب ہیں، جن میں اس کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا جاتا ہے، ان میں مختلف میزیں رکھی ہوتی ہیں، اس کھیل پر شرطیں لگائی جاتی ہیں، جن کا جوئے سے تعلق ہے۔

☆ مختلف کھیلوں پر جوا لگایا جاتا ہے، مثلاً کرکٹ، فٹبال اور ہاکی کے مقابلوں میں جوا کھیلا جاتا ہے۔ اس میں کھیلنے والے بھی شامل ہوتے ہیں۔

بہرحال لاٹری کی جتنی بھی اقسام ہیں وہ جوا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، انعامی بانڈز وغیرہ بھی اس قبیل سے ہیں، مختلف تجارتی کمپنیوں کی طرف سے انعامی سکیمیں بھی جوا سے تعلق رکھتی ہیں، ہمیں ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ یاد رہے کہ اس قسم کی انعامی سکیموں سے حاصل ہونے والی رقم کو بعض لوگ فلاحی کاموں میں خرچ کر دیتے ہیں، اس طرح خرچ کرنے سے اس کی سنگینی میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ خود پاکیزہ ہے اور پاکیزہ چیز کو ہی قبول کرتا ہے اور اس کے ہاں اجر و ثواب بھی اسی شخص کو دیا جائے گا جو حلال اور پاکیزہ کمائی سے خرچ کرتا ہے اگرچہ جوا کھیلنے سے بہت سی رقم ہاتھ آ جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کا گناہ اس کے فوائد سے کہیں زیادہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۗ ﴾

''لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ ان سے کہہ دیں کہ دونوں کاموں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔''

(۲/البقرۃ:۲۱۹)

26 چوری کرنا

چوری کرنا بھی بدترین کبیرہ گناہ ہے اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ﴾

''چوری کرنے والے مرد اور عورت کا ہاتھ کاٹ ڈالو، یہ ان کے کردار کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے یہ ایک سزا ہے۔'' (۵/المآئدہ:۳۸)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''جب زنا کرنے والا زنا کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں رہتا، اسی طرح جب چور چوری کرتا ہے تو وہ بھی مؤمن نہیں رہتا۔'' (صحیح بخاری:۶۷۸۲)

بعض لوگ چھوٹی چھوٹی چیزوں کو چرا لینے کو معمولی خیال کرتے ہیں حالانکہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''اللہ تعالیٰ ایسے چور پر لعنت کرتا ہے جو محض ایک انڈہ یا ایک رسی چوری کر کے اپنا ہاتھ کٹوا بیٹھتا ہے۔'' (صحیح بخاری، الحدود:۶۷۸۳)

خطرناک اور بھیانک چوریوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کے اجتماعی مال سے چوری کی جائے، یہ چوری تمام مسلمانوں کی ہے کیونکہ یہ اجتماعی مال تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے، بعض لوگ کفار کا مال چرا لینے کو گناہ خیال نہیں کرتے حالانکہ جن کفار کا مال سلب کرنا جائز ہے وہ صرف اس صورت میں ہے کہ جب وہ مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہوں، کفار کی عام کمپنیاں یا افراد اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔

بعض لوگ بیت اللہ اور مسجد حرام میں چوری کرنے سے باز نہیں آتے، ایسا کرنا بھی سنگین جرم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میرے پاس جہنم کی آگ لائی گئی اور یہ اس وقت جب تم نے مجھے دوران

نماز گرہن پیچھے ہٹتے دیکھا، مجھے خطرہ ہوا کہ آگ کا شعلہ مجھے اپنی لپیٹ میں نہ لے لے، میں نے اس وقت جہنم میں چھڑی والے کو دیکھا جو اپنی انتڑیاں جہنم کے اندر گھسیٹتا ہوا پھر رہا تھا اس کا جرم یہ تھا کہ وہ اپنی چھڑی کے ذریعے حجاج کرام کی چوری کیا کرتا تھا اگر کوئی دیکھ لیتا تو کہتا کہ سامان خود ہی چھڑی کے ساتھ اٹک گیا تھا اور اگر کوئی نہ دیکھ پاتا تو اس مال کو لے اڑتا تھا۔'' (صحیح مسلم، الکسوف: ۲۱۰۲)

جیب تراشی بھی چوری کی ایک قسم ہے، دوران سفر مسافروں کی رقم چرالی جاتی ہے، کچھ خواتین بھی اپنے لباس میں سامان چوری کر کے چھپالیتی ہیں۔ بہر حال چوری کرنا ایک سنگین جرم ہے، جس شخص سے بھی چوری کا گناہ سرزد ہو جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسروقہ مال واپس کرے اور اللہ کے حضور اس کام سے توبہ کرے، اگر اصل وارث تک مال مسروقہ نہیں پہنچ سکتا ہے تو اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کر دے اور نیت یہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ثواب اس شخص کو پہنچادے جو اس کا اصل مالک ہے۔

اس میں شک نہیں کہ چور، معاشرہ کا عضو معطل بن جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب جسم کا کوئی عضو ناکارہ ہو جائے تو اسے کاٹ دیا جاتا ہے تا کہ اس کا زہر باقی جسم میں سرایت نہ کرے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چور کا ہاتھ کاٹ دینے کا فیصلہ صادر کیا ہے تا کہ معاشرہ میں یہ زہر سرایت نہ کرے اور اس طرح کے فتنہ پرور لوگ چوری کو پیشہ بنا کر غارت گری کا بازار گرم نہ کریں۔

(27) ڈکیتی کرنا

دن دہاڑے زبردستی اور سینہ زوری کے ساتھ کسی کا مال چھین لینا اور مسافروں کو زادِ سفر سے محروم کر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا جرم ہے اسے ہم ڈاکہ زنی سے تعبیر کرتے ہیں، یہ بھیانک جرم کرتے وقت انسان کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''جس وقت کوئی ایسی لوٹ مار کرتا ہے کہ لوگ اس کی طرف آنکھیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں تو اس وقت وہ مؤمن نہیں ہوتا۔'' (صحیح بخاری، الحدود:۶۷۷۲)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ہم سے بیعت لی تو اس بات کو بطور خاص ذکر فرمایا کہ ہم کسی بھی صورت میں لوٹ مار نہیں کریں گے۔ (صحیح بخاری، الدیات:۶۸۷۳)

بلکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''جو انسان ڈاکہ زنی کرتا ہے وہ ہم سے نہیں ہے۔'' (مسند امام احمد، ص ۱۴۰، ج ۳)

ڈکیتی کرنا چوری کی ہی ایک قسم ہے فرق صرف یہ ہے کہ چوری خفیہ طریقہ سے کی جاتی ہے جبکہ ڈاکہ زنی میں اعلانیہ طور پر اپنی بدمعاشی کا اظہار کیا جاتا ہے، اس میں بعض اوقات قتل ناحق کی نوبت آ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس شنیع حرکت کا بڑی سختی سے نوٹس لیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ۙ﴾

''جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں، ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا انہیں سولی دے دی جائے یا مخالف سمت سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا انہیں ملک بدر کر دیا جائے، یہ تو ان کی دنیاوی ذلت ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' (۵/المآئدہ:۳۳)

اس آیت کریمہ میں عام طور پر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ سے ڈکیتی یا راہزنی مراد لیا جاتا ہے پھر اس میں بیان کردہ سزاؤں کو جرائم کی نوعیت کے اعتبار سے بایں طور متعلق کیا جاتا ہے کہ:

(۱) اگر مجرم نے اندھیر نگری میں قتل کر دیا مگر مال لینے کی نوبت نہ آئی تو اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

(۲) اگر قتل بھی کر دیا اور مال بھی چھین لیا تو اسے سرعام سولی پر لٹکا دیا جائے۔

(۳) اگر صرف مال ہی چھینا لیکن قتل کی نوبت نہ آئی ہو تو اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں۔

(۴) اگر وہاں کے لوگوں کو ہراساں اور خوفزدہ کیا لیکن قتل نہ کیا اور نہ ہی مال لوٹا بلکہ پہلے ہی گرفتار کر لیا گیا تو ایسے انسان کو ملک بدر کر دیا جائے گا۔

نیز حاکم وقت کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ نوعیت جرم کے پیش نظر مذکورہ سزاؤں میں سے کسی کو اکٹھا بھی کر سکتا ہے اور کسی ایک سزا میں کمی بیشی بھی کر سکتا ہے۔

اگر آیت کے ظاہری الفاظ کو دیکھا جائے تو اس میں مکر وفریب سے کسی کا مال ہتھیانا، قتل اور ارتداد بھی شامل ہے۔

28 ناجائز ٹیکس وصول کرنا

حکومت کا اپنی رعایا سے ناجائز ٹیکس وصول کرنا بھی ایک قسم کی ڈاکہ زنی ہے، قرآن کریم نے اس قسم کی لوٹ کھسوٹ کو ظلم سے تعبیر کیا ہے کیونکہ حکومت کے کارندے لوگوں سے وہ کچھ وصول کرتے ہیں جس کا حق نہیں ہوتا اور اس شخص کی جیب بھرتے ہیں جو اس کا مستحق نہیں ہوتا یعنی ناحق لے کر غیر مستحق کو دیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾

”گناہ تو ان لوگوں پر ہے جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں، قیامت کے دن ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔“

(۴۲/الشوریٰ:۴۲)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''ناجائز ٹیکس وصول کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (مسند امام احمد، ص۱۴۳ج۴) بلکہ واضح طور پر فرمایا کہ ''ایسا شخص جہنم میں جائے گا۔''

(مسند امام احمد،ص۱۰۹، ج۴)

ناجائز ٹیکس وصول کرنے کی شناعت ایک دوسری حدیث سے سمجھ آتی ہے، جس میں ایک عورت کو سنگسار کرنے کا ذکر ہے جب اس نے خود کو قانون کے حوالے کر کے پاک کرلیا تو اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ ٹیکس وصول کرنے والا بھی کرتا تو اسے بھی معاف کر دیا جاتا۔'' (صحیح مسلم، الحدود: ۴۴۳۲)

ناجائز ٹیکس وصول کرنا لوگوں کا مال ناجائز طریقہ سے ہڑپ کرنا ہے جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ ﴾

''مؤمنو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے مت کھاؤ۔''

(۲/البقرہ:۱۸۸)

ٹیکس وصول کرنے والا قیامت کے دن اس مفلس کی طرح ہوگا جسے اپنی نیکیاں دوسروں کو دے کر اور ان کی برائیاں اپنے کھاتے میں ڈال کر جہنم رسید ہونا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا کہ

''آیا تم مفلس کو جانتے ہو۔'' انہوں نے عرض کیا ہمارے ہاں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن کسی کو اس نے گالی دی ہوگی، کسی کو مارا ہوگا، کسی کا مال ہڑپ کیا ہوگا ان تمام حقداروں کو اس کی نیکیاں تقسیم کر دی جائیں گی، حتیٰ کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، پھر حقداروں کے حصوں کے بقدر ان کی برائیاں اور گناہ لے کر اس ظالم کے نامۂ اعمال میں ڈال دیئے جائیں گے، آخر کار

اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔'' (صحیح مسلم، البر والصلہ :۲۵۸۱)

بہر حال ناجائز ٹیکس وصول کرنا بھی کبیرہ گناہوں سے ہے، ایک مسلمان کو چاہیے کہ اس سے اجتناب کرے۔

29 کسی کا مال ہڑپ کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھانا

جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھانا مہلک ترین کبیرہ گناہ ہے اسے شرعی اصطلاح میں ''الیمین الغموس'' کہا جاتا ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایسی قسم اٹھانے والا گناہوں میں پھر اللہ کے ہاں دردناک عذاب میں غوطہ خوری کرے گا، جھوٹی قسم اٹھا کر دوسروں کا مال ہڑپ کر جانا، تین جرائم کے برابر ہے۔ (۱) اس انسان نے اللہ تعالیٰ کی عزت اور کبریائی کو داؤ پر لگایا۔ (۲) دوسرے کا مال چھین کر خود اپنے آپ پر ظلم کیا۔ (۳) جس شخص کا مال ہڑپ کیا اس پر بھی ظلم کیا، اس کی برائی اور شناعت کو بیان کرنے کے لیے متعدد احادیث وارد ہیں:

① حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کبیرہ گناہوں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق کسی جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم اٹھانا۔''

(صحیح بخاری، الایمان: ٦٦٧٥)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ''الیمین الغموس'' کیا ہوتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''وہ جھوٹی قسم جس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ناجائز طور پر ہتھیا لیا جائے۔'' (صحیح بخاری، استتابۃ المرتدین: ٦٩٢٠)

اس سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾

"بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت کے عوض بیچ دیتے ہیں تو ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے نہ تو کلام کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا نیز انہیں گناہوں سے پاک قرار نہیں دے گا، بلکہ انہیں تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔" (۳/آل عمران:۷۷)

اللہ کے عہد اور قسموں کے بدلے تھوڑا سا فائدہ اٹھانے کی متعدد صورتیں ہیں، صرف دو صورتوں کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے، جنہیں ہم احادیث کے الفاظ سے بیان کرتے ہیں۔ اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی، میرے چچا زاد کی زمین میں میرا کنواں تھا میرا اس کے متعلق جھگڑا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"گواہ لاؤ، بصورت دیگر اس سے قسم لے لو۔" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ تو قسم اٹھا لے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص کسی مسلمان کا مال مار لینے کی نیت سے خوامخواہ جھوٹی قسم اٹھا لے تو وہ جب اللہ سے ملے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔" (صحیح بخاری، التفسیر:۴۵۵۰)

② حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بازار میں اپنا مال رکھا اور ایک مسلمان کو پھانسنے کیلئے جھوٹی قسم اٹھا کر کہنے لگا کہ مجھے اس مال کی اتنی رقم ملی تھی۔ (حالانکہ یہ بات غلط تھی) تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرمائی (صحیح بخاری، التفسیر:۴۵۵۱) واضح رہے کہ قرآن کریم یا احادیث مبارکہ میں جب کسی جرم کے متعلق ایسے الفاظ استعمال ہوں کہ قیامت کے دن اللہ اس سے کلام نہیں کرے گا یا اسے نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا یا اس پر اللہ کا غضب ہوگا یا انہیں پاک نہیں کرے گا تو ایسے گناہ یقیناً بڑے مہلک اور تباہ کن ہوتے ہیں۔ ان احادیث کی روشنی میں ہمیں فکر کرنا چاہیے کہ دنیا کے مال و متاع کی خاطر اپنے دین کو فروخت نہ کیا جائے اور حقیر مال کی خاطر جھوٹی قسم اٹھانے سے اجتناب کیا جائے۔

(30) حرام مال کھانا

جو انسان اللہ کے خوف اور قیامت کے ڈر سے عاری ہو گا وہ اپنے مال کے متعلق انتہائی لاپروا ہو گا، حالانکہ قیامت کے دن مال کے متعلق دو سوال ہوں گے، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، بعض لوگ اپنے مال میں اضافہ کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں خواہ وہ چوری کا ہو یا رشوت کا، سود کا ہو یا جھوٹی دستاویز کا، غصب کیا ہو یا کسی حرام کی اجرت سے حاصل کیا ہو، اس مال کو خود کھائے یا پہنے یا سواری خرید لے یا گھر بنا لے یا اس کا فرنیچر خرید کر اپنے گھر میں سجائے، ان سب کی حرمت و شناعت برابر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو گوشت حرام سے بنتا ہے آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔''

(الجامع الصغیر حدیث: ۴۵۴۵)

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ ﴾

''تم آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے مت کھاؤ۔''

(۲/البقرہ: ۱۸۸)

باطل طریقوں سے دوسروں کا مال ہضم کرنے کی کئی صورتیں ہیں مثلاً چوری، خیانت، دغابازی، ڈاکہ، جوا، سود تمام ناجائز قسم کی تجارتیں اور سودے بازی، اس میں شامل ہیں، اسی طرح عدالتی کارروائی کے ذریعے کسی کی ملکیت کو اپنے نام کروالینا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''میں ایک انسان ہوں، تم میرے پاس جھگڑا لے کر آتے ہو، ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ایک دوسرے کی نسبت اپنی دلیل اچھی طرح پیش کر سکتا ہو اور میں اس کی بات سنوں اسی کے مطابق فیصلہ کر دوں اور اگر میں کسی کو اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دینے کا فیصلہ کر دوں تو اسے چاہیے کہ نہ لے

کیونکہ میں اسے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں۔" (صحیح بخاری، الاحکام: ۷۱۶۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بھی اس بات کا حکم دیا ہے جس کا اس نے رسولوں کو حکم دیا ہے فرمایا، اے میرے رسولوں کی جماعت! پاکیزہ رزق کھاؤ اور نیک اعمال کرو تم جو بھی عمل کرو میں اسے جانتا ہوں، اور اہل ایمان سے فرمایا اے ایمان والو! پاکیزہ رزق کھاؤ۔"

پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کا تذکرہ کیا جو لمبا سفر طے کرتا ہے اور پراگندہ حالت والا ہوتا ہے، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر صدا لگاتا ہے:

"اے میرے رب، اے میرے رب، لیکن اس کا کھانا، پینا، پہننا اور دیگر تمام غذائی مواد حرام کا ہوتا ہے تو ایسے حالات میں اس کی دعا کیونکر قبول کی جائے۔" (صحیح مسلم، الزکوۃ: ۲۳۴۶)

مسافر آدمی کے ہاں کئی ایک ایسے اسباب ہیں جو قبولیت دعا کا باعث ہیں، لیکن اس کے باوجود اسے شرف قبولیت سے محروم کر دیا جاتا ہے کیونکہ اس کا کھانا پینا حرام کا ہوتا ہے، اس بنا پر ہمیں چاہیے کہ اگر ہمارے پاس حرام مال ہے تو اس سے چھٹکارا حاصل کرنے میں جلدی کرنا چاہیے، اگر وہ کسی آدمی کا ہے تو اسے واپس کیا جائے، اور اس سے معافی مانگی جائے۔ مبادا وہ دن آ جائے جس وقت اس کی ادائیگی درہم و دینار سے نہیں بلکہ نیکیوں اور برائیوں کو بطور کرنسی استعمال کیا جائے گا اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو رزق حلال کی توفیق دے۔

(31) خودکشی

دنیا کے مصائب و آلام اور پریشانیوں سے تنگ آ کر خود کو ہلاک کر لینا خودکشی ہے، شریعت کی نظر میں یہ بہت بڑا جرم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴾

''اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر انتہائی مہربان ہے اور جو شخص مذکورہ نافرمانیاں سرکشی اور ظلم کی بنا پر کرے گا، اسے ہم عنقریب جہنم میں داخل کریں گے اور یہ کام اللہ پر آسان ہے۔'' (۴/النسآء:۲۹،۳۰)

اپنے آپ کو قتل کرنے سے مراد ایک دوسرے کو قتل کرنا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب خود کو قتل کرنا ہے جیسا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے غزوہ ذات سلاسل میں سخت سردی کی وجہ سے غسل جنابت کرنے کے بجائے تیمّم کرلیا اور اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھائی، میں نے واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا اور مذکورہ آیت بھی پڑھ کر سنائی تو آپ میرا اقدام اور استدلال سن کر مسکرائے اور مزید کچھ نہ کہا۔

(ابوداود:۳۳۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی کی سنگینی کو بایں الفاظ بیان کیا ہے۔

''جس نے پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کر لی وہ جہنم کی آگ میں ہوگا اور اس میں اپنے آپ کو گراتا رہے گا اور جس نے زہر پی کر خودکشی کر لی تو وہ جہنم میں ہوگا اور اسی طرح زہر پی کر اپنے آپ کو مارتا رہے گا اور جس نے کسی لوہے کے ہتھیار سے خودکشی کو تو جہنم کی آگ میں وہی ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور اسے اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا۔'' (صحیح بخاری:۵۷۷۸)

ہمارے ہاں خودکشی کا عام رواج ہے، گھر کے معمولی جھگڑے کی وجہ سے انسان چھت سے لٹک جاتا ہے یا بازار سے زہریلی گولیاں خرید کر اپنے آپ کو ختم کر لیتا ہے، جبکہ شریعت کا حکم ہے کہ ہم ایسے حالات میں صبر سے کام لیں اور استقامت کے ساتھ پریشانیوں کو برداشت کریں، خودکشی کر کے انسان دنیا میں تو مصیبت اور پریشانی سے آزاد ہو جاتا ہے لیکن اخروی سزاؤں میں ہمیشہ کے لیے گرفتار ہو جاتا ہے۔ حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے پہلے ایک شخص کا ہاتھ زخمی ہو گیا اور اس نے اس قدر تکلیف

محسوس کی کہ چاقو پکڑ کر اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا اس اقدام کی وجہ سے اس کے ہاتھ سے اس قدر خون جاری ہوا کہ وہ مر گیا، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے اپنی جان کے متعلق فیصلہ کرنے میں مجھ سے جلدی کی ہے، اس لیے میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔''

(صحیح بخاری، الجنائز: ۱۳۶۴)

شریعت اسلامیہ میں ایسے شخص کی دنیوی سزا یہ ہے کہ اہل علم اور اثر ورسوخ، کھنے والے حضرات اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں چونکہ وہ کلمہ گو انسان ہے، اس لیے عام لوگوں کو اس کا جنازہ پڑھنے کی اجازت ہے، لیکن عبرت کے طور پر معاشرہ میں اپنا مقام رکھنے والوں کو اس کا جنازہ پڑھنے سے روک دیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے خودکشی کر لی تھی تو آپ نے اس کا جنازہ نہیں پڑھایا تھا، ہمیں چاہیے کہ گھبرا کر کبھی ایسا اقدام نہ کریں جو دنیا میں ہماری رسوائی اور آخرت میں گرفتاری کا باعث ہو۔

(32) غیر شرعی فیصلے کرنا

غیر شرعی فیصلے کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے لیکن فیصلہ کرنے والے کے اعتقاد اور عمل کے اعتبار سے اس کی نوعیت الگ الگ ہے اگر فیصلہ کرنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وضعی قوانین عصر حاضر کی ضرورت ہیں اسلامی قوانین موجودہ دور کی ضرورت کو پورا کرنے سے قاصر ہیں تو اس صورت میں وہ دین اسلام سے خارج ہے، اس طرح وہ شخص جو اسلامی قوانین کی موجودگی میں وضعی قوانین کے مطابق فیصلہ کرنے کو جائز سمجھتا ہے اس کا بھی دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ اس نے اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال خیال کیا ہے لیکن جو انسان اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے یا کسی رشتہ دار سے عداوت کے پیش نظر وضعی قوانین کا انتخاب کرتا ہے، اسلامی قوانین کے متعلق یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ یہ دور حاضر کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتے، ایسے انسان کو ظالم، فاسق تو کہا جا سکتا ہے لیکن اسے دین اسلام سے خارج قرار دینا محل نظر ہے، اس کے کفر کو کفر اصغر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما، حضرت طاؤس اور سلف صالحین کا موقف ہے، دور حاضر کے نامور عالم دین شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے قرآن میں اسلوب اور انداز بیان بھی اسی موقف کی تائید کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾

''اور جولوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں۔''. (۵/المآئدہ:۴۴)

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ﴾

''اور جولوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔'' (۵/المآئدہ:۴۵)

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ ﴾

''اور جولوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ فاسق ہیں۔'' (۵/المآئدہ:۴۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

'' قاضی اور فیصلہ کرنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں، ان میں ایک جنت میں جائے گا اور دوسرے دونوں جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ چنانچہ جس قاضی نے دلائل سن کر حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا وہ جنت میں جائے گا، اس کے برعکس جس نے حق پہچان لیا اور دانستہ ظالمانہ فیصلہ کیا اور وہ قاضی جس نے علم کے بغیر فیصلہ کیا یہ دونوں جہنم میں جائیں گے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جس نے لاعلمی سے فیصلہ کیا اس کا کیا گناہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس کا گناہ یہ ہے کہ اسے علم حاصل کیے بغیر قاضی نہیں بننا چاہیے تھا لیکن اس مسند پر بیٹھ گیا، آخر اس نے ایسا کیوں کیا۔'' (ابوداود:۳۵۷۳)

بہر حال غیر شرعی فیصلہ کرنا اور انہیں پسند کرنا بہت سنگین جرم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس سے اظہار ناراضگی فرمایا اور سخت ترین سزا کی دھمکی سنائی ہے۔

(33) رشوت ستانی

فیصلے یا فرض کی ادائیگی پر رشوت لینا بھی بہت بڑا جرم ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کے متعلق بہت سخت وعید آئی ہے اسی طرح ناحق فیصلہ کروانے کے لیے رشوت دینا یا لینا بھی کبیرہ گناہوں سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

''اور تم مال آپس میں باطل طریقے سے مت کھاؤ اور حاکموں کے پاس اس غرض سے مال نہ لے جاؤ کہ تم لوگوں کے مال کا ایک حصہ غلط طریقہ سے ہڑپ کر جاؤ حالانکہ تم اس سنگینی کو جانتے بھی ہو۔'' (۲/البقرہ:۱۸۸)

رشوت لینا اس لیے قبیح جرم ہے کہ یہ اقدام فیصلوں میں ناانصافی کرنے، صاحب حق پر ظلم ڈھانے اور فتنہ وفساد برپا کرنے کی ہولناک سازش ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''فیصلہ کرنے میں رشوت دینے اور لینے والا دونوں ملعون ہیں۔''

(جامع ترمذی، الاحکام:۱۳۳۶)

البتہ اپنے حق کا حصول یا ظلم وزیادتی کا ازالہ اگر رشوت کے بغیر ممکن نہ ہو تو اس صورت میں دینے والا مذکورہ وعید کا حق دار نہیں ہوگا البتہ لینے والا اس کا بھی گناہ سمیٹ لے گا اور تمام تر گناہ اس کے سر پر ہوگا۔ رشوت دینے لینے کا ناسور ہمارے معاشرے کی تباہی و بربادی کا ایک بڑا محرک بن چکا ہے، اچھی ملازمت اس شخص کو ملتی ہے جو کسی اہلکار کو رشوت دے، اگر کوئی رشوت نہ دے تو وہ اچھی سروس سے یکسر محروم رہتا ہے، اسی طرح رشوت نہ دینے والا اگرچہ سچا ہی کیوں نہ ہو لیکن اس کا فیصلہ مؤخر کر دیا جاتا ہے، اس کیس کو سرد خانے میں ڈال دیا جاتا ہے جبکہ مٹھی گرم کرنے والا کہیں بعد میں آتا ہے اور کہیں پہلے فارغ ہو کر

چلا جاتا ہے، اس قسم کے ظالم لوگ رسول اللہ ﷺ کی بددعا کے سزاوار ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ اپنی لعنتیں برسائے۔"

(ابن ماجہ، الاحکام: ۲۳۱۳)

رشوت دینا اور لینا اس قدر حساس جرم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض صورتوں میں اسے سود قرار دیا ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کے مترادف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اپنے کسی بھائی کے لیے سفارش کرتا ہے اور جس کے حق میں سفارش کی گئی ہے وہ سفارش کنندہ کو کوئی ہدیہ دیتا ہے اور وہ اسے قبول کر لیتا ہے تو وہ سود کے دروازوں میں سے بڑے دروازے سے گزرتا ہے۔"

(سنن ابی داود: ۳۵۴۱)

بہرحال دور حاضر میں رشوت کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا ہے، بعض ملازمین ذاتی تنخواہوں سے کہیں زیادہ دولت رشوت سے کما لیتے ہیں۔ بیشتر معاملات رشوت کے لین دین سے شروع ہوتے ہیں اور اسی پر اختتام پذیر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں دور رکھے۔ (آمین)

34 قوم تبدیل کرنا

ہمارے ہاں جھوٹی عزت بنانے کے لیے اپنی قوم بدلنے کا عام رواج ہے، پیشہ بدلنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ قوم بدلنا ایسا جرم ہے گویا دیدہ و دانستہ خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کرتا ہے، ایسا کرنا بھی بڑے گناہوں سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ ﴾

"تم لے پالک بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے آواز دو اللہ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے۔" (۳۳/الاحزاب: ۵)

اگر کسی کے ہاں حقیقی بیٹا نہیں ہے، وہ کسی کا بیٹا اپنی گود میں لے لیتا ہے اور اس کی پرورش کرتا ہے پھر اسے اپنی طرف ہی منسوب کرتا ہے، سکول میں اس کی ولدیت اپنی لکھتا ہے، وہ لے پالک بھی بڑا ہو کر اسی کی طرف خود کو منسوب کرتا ہے اس سلسلہ میں رسول اللہ نے فرمایا:

"جو شخص جانتے بوجھتے ہوئے اپنے حقیقی باپ کے علاوہ خود کو کسی دوسرے کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔"

(صحیح بخاری، المغازی:۴۳۲۶)

ایک روایت کے الفاظ بہت ہی سنگین ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے دیدہ دانستہ اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کیا، اس نے گویا کفر کا ارتکاب کیا اور جس نے اس قوم کا دعویٰ کیا جس میں اس کا نسب نہیں ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔" (صحیح بخاری، المناقب:۳۵۰۸)

اس حدیث سے اپنے باپ کے علاوہ خود کو کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا یا اپنی قوم کو بدلنا، اس کی سنگینی کا پتہ چلتا ہے بعض لوگ صرف مادی منفعت کے لیے ایسا کرتے ہیں بلکہ سرکاری کاغذات میں جھوٹے نسب کا اندارج کرا لیتے ہیں، کچھ اس لیے یہ کام کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے انہیں بچپن میں چھوڑ دیا ہوتا ہے لہٰذا وہ اظہار نفرت کے لیے اپنی ولدیت ہی بدل ڈالتے ہیں، ایسا کرنا حرام ہے اور اس سے زندگی کے مختلف شعبوں پر بڑے بڑے مفاسد مرتب ہوتے ہیں، بہر حال اپنی ولدیت تبدیل کرنا اور خود کو اپنی حقیقی قوم کے علاوہ کسی دوسری قوم کی طرف منسوب کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس جرم کو معاف فرمائے۔ (آمین)

35 نسب میں طعن کرنا

مذکورہ بالا جرم کے برعکس بعض لوگ حقارت کے ساتھ کسی کے نسب میں طعن کرتے ہیں اور حقیر خیال کرتے ہیں، یا اسے حرام زادہ کہتے ہیں، ایسا کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے رسول

للہ ﷺ نے فرمایا:

''لوگوں میں دو چیزیں کفر والی ہیں'نسب کا طعنہ دینا اور میت پر نوحہ کرنا۔''
(صحیح بخاری، الایمان:٦٧)

بلکہ اسے رسول اللہ ﷺ نے امر جاہلیت قرار دیا ہے، آپ نے فرمایا:

''میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں، جنہیں وہ نہیں چھوڑیں گے،
(١) خاندانی فخر کرنا (٢) نسب میں طعنہ دینا (٣) ستاروں کے ذریعے بارش ہونے کا عقیدہ رکھنا (٤) نوحہ کرنا۔'' (صحیح مسلم، الجنائز:٢١٦)

بعض لوگ اپنی بیوی سے لڑائی جھگڑے کے وقت اس پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور بلاثبوت اپنے بچے کو ولد الزنا قرار دے کر اس سے کنارہ کشی کر لیتے ہیں، اسی طرح بعض بیویاں زنا سے حاملہ ہو کر ولد الزنا کو اپنے شوہر کے نسب میں داخل کر دیتی ہیں حالانکہ شوہر کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ شریعت نے اس کردار کی بہت مذمت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو عورت اپنا ناجائز بچہ اپنے شوہر کی طرف منسوب کرے اللہ تعالیٰ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا اور وہ اسے ہرگز جنت میں داخل نہیں کرے گا اور جو آدمی دانستہ طور پر اپنے بچے کا انکار کر دے اللہ تعالیٰ اسے اپنے دیدار سے محروم کر دے گا اور اولین و آخرین کے سامنے اسے ذلیل کرے گا۔''
(ابوداود، کتاب الطلاق)

(36) حلالہ کرنا اور کروانا

جب آدمی اپنی بیوی کو وقفہ وقفہ سے تین طلاق دے کر اپنی زوجیت سے فارغ کر دیتا ہے تو وہ بیوی اس کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس سے نکاح کی دو صورتیں ممکن ہیں۔

(ا) وہ عورت کسی دوسرے آدمی سے ہمیشہ اس کے ہاں آباد رہنے کے لیے نکاح کرے، اتفاق سے وہ فوت ہو جائے یا وہ اسے طلاق دے دے تو عدت گزرنے کے بعد اس کے

سابق خاوند سے نکاح ہو سکتا ہے بشرطیکہ طلاق دہندہ اس سے مباشرت کر چکا ہو۔ اسے تحلیل شرعی کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾

''پھر اگر مرد (تیسری) طلاق بھی دے دے تو اس کے بعد وہ عورت اس کے لیے حلال نہ رہے گی۔ حتیٰ کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔'' (۲/البقرہ:۲۳۰)

حدیث کے مطابق آیت میں مذکور نکاح سے مراد مباشرت کرنا ہے۔

(صحیح بخاری، الطلاق:۵۳۱۷)

(ب) وہ عورت کسی دوسرے آدمی سے اس نیت سے نکاح کرتی ہے کہ وہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے یا کوئی اپنی مطلقہ بیوی کو حلال کرنے کی خاطر کسی سے اس کا وقتی اور عارضی نکاح اس شرط پر کرائے کہ وہ جماع کے بعد اسے طلاق دے دے گا تو ایسا کرنا تحلیل غیر شرعی ہے، اسے حلالہ کرنا کہا جاتا ہے، یہ نکاح درست نہیں اور نہ ہی ایسا کرنے سے وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو گی۔ احادیث میں اس فعل کو باعث لعنت قرار دیا گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے اور حلالہ کروانے پر لعنت کی ہے۔ (جامع ترمذی، النکاح:۱۱۱۹)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ادھار کا سانڈھ نہ بتاؤں؟'' صحابہ کرام نے عرض کیا ضرور بتایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ حلالہ کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے اور کروانے پر لعنت کی ہے۔''

(سنن ابن ماجہ، النکاح:۱۹۳۶)

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہاں بعض تقلیدی حلقوں میں اس جرم کی تلقین کی جاتی ہے۔ ہماری شنید کے مطابق بعض مقامات پر اس کے لیے ''حلالہ سنٹر'' کھولے گئے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں اتنے غیرت مند تھے کہ آپ نے سرکاری طور پر یہ اعلان جاری کیا:

''میرے پاس جو حلالہ کرنے یا حلالہ کروانے والا لایا گیا میں اسے رجم کرنے کی سزا دوں گا۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ،ص:۲۹۴ج۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس کے بعد اسے ندامت و پریشانی ہوئی، کوئی دوسرا اس کی پریشانی دور کرنے کے لیے اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیتا ہے تاکہ اسے پہلے خاوند کے لیے حلال کر دے کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: ایسا کرنا زنا کاری ہے۔ (مصنف عبدالرزاق،حدیث:۱۰۷۷۸)

بہرحال حلالہ کرنا اور کروانا ایک سنگین جرم ہے احادیث میں اس کے ارتکاب پر بہت سخت وعید ہے ایسا شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا سزاوار ہے۔

(37) دیوث بننا

اپنے گھر والوں میں اخلاقی برائی دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا اور اسے ٹھنڈے پیٹ برداشت کر لینا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سنگینی کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

''تین قسم کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے، ایک شراب کا رسیا، دوسرا والدین کا نافرمان، تیسرا دیوث جو اپنے گھر میں برائی کو برقرار رہنے دے۔'' (مسند امام احمد)

ہمارے معاشرے میں دیوث پن کی متعدد صورتیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً:

① ایک آدمی اپنی بیوی یا لڑکی کے متعلق جانتا ہے کہ ان کا غیر محرم اور اجنبی لوگوں سے رابطہ رہتا ہے اور آپس میں خوب گفتگو رہتی ہے مگر وہ انہیں روکنے کے بجائے چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔

② ہمارے معاشرے میں یہ بات بھی عام ہے، آدمی اپنے گھر کی کسی عورت کی اجنبی مرد کے ساتھ علیحدگی و تنہائی پر کوئی اعتراض نہیں کرتا بلکہ اسے رواداری کا نام دیا جاتا ہے،

جب پانی سر سے گزر جاتا ہے تو پھر کف افسوس ملتا ہے۔

③ ہمارے ہاں یہ بھی عام رواج ہے کہ ہم گھر کی کسی عورت کا کسی اجنبی کے ساتھ سفر کرنے کو برا خیال نہیں کرتے اور کہا جاتا ہے کہ پردہ تو آنکھوں کا ہوتا ہے اور حیا دل میں ہوتا ہے۔ شریعت میں گھر کے ذاتی ڈرائیور کے ساتھ عورت کو تنہا سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

④ گھر کا سودا سلف لانے پر بھی ہمارے گھر کی عورتیں مامور ہوتی ہیں، یہ بہانا بنایا جاتا ہے کہ مردوں کو اچھی بری چیز کی پہچان نہیں ہوتی، اس طرح عورتیں گھر سے شرعی حجاب کے بغیر بازار جاتی ہیں۔ چنانچہ بازار میں ہر آنے جانے والا ان سے نظر بازی کر کے اپنی تفریح کا سامان کرتا ہے۔

⑤ گھر میں بلا روک ٹوک اجنبی مردوں کا آنا جانا بھی اسی دیوث پن کی علامت ہے، خاص کر چچا، ماموں، خالہ اور پھوپھی کے جوان بیٹے گھر میں اجازت لیے بغیر آ گھستے ہیں، اس طرح ہماری چشم پوشی سے فتنہ جنم لیتا ہے پھر پروان چڑھتا ہے۔ اس رویے پر بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

⑥ گھر میں کیبل، انٹرنیٹ کا کنکشن، وی سی آر، مختلف گانوں پر مشتمل کیسٹیں اور سی ڈی وغیرہ گھر میں فحش رسالوں کا رکھنا یہ چیزیں بھی فحاشی عریانی اور طوفان بدتمیزی کا باعث ہیں، لیکن آج ہم نے ان چیزوں کو گھر کی ضرورت بنا لیا ہے، اس سلسلہ میں درج ذیل آیت کریمہ پر غور کرنا چاہیے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾

''جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان دار لوگوں میں بے حیائی کی اشاعت ہو، ان کیلیے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی، اور اس کے نتائج کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے تم نہیں جانتے ہو۔'' (۲۴/النور:۱۹)

واضح رہے کہ قرآنی آیت میں لفظ ''فاحشہ'' سے مراد ہر وہ قول یا عمل ہے جو انسان کی شہوانی خواہش میں تحریک کا باعث ہو جیسا کہ جنسی موضوع پر مبنی لٹریچر، آلات موسیقی اور فلمیں وغیرہ ہیں۔

(38) مرد عورت کا ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مرد و زن کی صورت میں پیدا کیا ہے اور ہر ایک کو چال ڈھال، طاقت اور اخلاق و دین کے اعتبار سے الگ الگ خصوصیات سے نوازا ہے۔ جو مرد ان خصوصیات میں عورتوں کی مشابہت اختیار کریں یا جو عورتیں مردوں کی خصوصیات کو اختیار کرتی ہیں وہ اس امر فطرت کی مخالفت کرتی ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مشروع قرار دیا ہے، اس امر فطرت کا تقاضا ہے کہ مرد اپنی مردانگی اور عورت اپنی نسوانیت کا خیال کرے اس کے برعکس مردوں کا عورتوں کی اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا فطرت کی مخالفت ہے اور ایسا کرنا شریعت کی نظر میں باعث لعنت اور موجب پھٹکار ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری، اللباس:۵۸۸۵)

بعض مردوں میں یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ چال ڈھال میں مخنث بننے کی کوشش کرتے ہیں اور کچھ عورتیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ انہیں مردوں کا روپ ڈھالنے کا شوق ہوتا ہے اس قماش کے مردوں اور عورتوں پر بھی پھٹکار ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ان مردوں پر جو مخنث بنتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مرد بننے کی کوشش کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری، اللباس:۵۸۸۶)

یہ مشابہت چال ڈھال اور انداز گفتگو میں بھی ہو سکتی ہے اور حرکات و سکنات اختیار کرنے میں بھی ہو سکتی ہے، اس طرح لباس کے اندر بھی پائی جا سکتی ہے۔ چنانچہ بعض آدمی ایڑھی والا جوتا پہنتے ہیں جبکہ بعض عورتیں کھسہ استعمال کرتی ہیں، یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ آدمی عورتوں جیسے ہار، پازیب اور کانوں میں بالیاں بھی استعمال کرتے ہیں، اور کچھ عورتیں مردوں جیسا لباس زیب تن کرتی ہیں حالانکہ عورتوں کا لباس ڈیزائن اور سلائی میں

مردوں سے مختلف ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک دوسرے کا لباس اختیار کرنا ہی باعث لعنت ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر لعنت کی ہے جو عورتوں جیسا لباس پہنتا ہے اور ان عورتوں پر بھی لعنت کی ہے جو مردوں والا لباس پہنتی ہیں۔ (سنن ابی داود: ۴۰۹۸)

ایسا کرنے سے فتنہ وفساد کا دروازہ کھلتا ہے اور معاشرے میں کج روی اور عدم استحکام پیدا ہوتا ہے، اس لیے شریعت نے ایسا کرنے کو گھناؤنا جرم قرار دیا ہے اور اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ خود بھی اور اپنے اہل وعیال کو بھی ایسے اعمال اختیار کرنے سے باز رکھیں جو باعث لعنت ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔'' (٦٦/التحريم:٦)

(39) عورت کا گھر سے نکلتے وقت خوشبو استعمال کرنا

ہمارے معاشرے میں یہ بیماری عام پھیلتی جارہی ہے کہ عورتیں خوشبو سے معطر ہو کر گھر سے باہر نکلتی ہیں۔ چنانچہ بازاروں، ہسپتالوں، سکولوں اور بسوں میں اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ مساجد میں آتے وقت بھی بے دریغ خوشبو کا استعمال کیا جاتا ہے حالانکہ اس کے متعلق احادیث میں بہت سخت وعید ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''جو عورت عطر استعمال کرے پھر لوگوں کے پاس سے گزرے تاکہ وہ اس خوشبو سے محظوظ ہوں تو ایسی عورت بدکار اور زانیہ ہے۔'' (مسند امام احمد)

اس معاملہ میں شریعت کی نفرت ملاحظہ فرمائیں کہ ایسی عورت کو غسل جنابت کی طرح غسل کرنے کا حکم دیا گیا ہے خواہ اس کا رخ مسجد کی طرف ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"جو عورت خوشبو لگائے پھر مسجد کی طرف جائے تا کہ لوگ اس خوشبو سے دل بہلائیں، اس کی نماز قبول نہیں ہوتی تا آنکہ وہ غسل جنابت والا غسل نہ کر لے۔" (مسند امام احمد، ص ۴۴۴۔۲۸)

اللہ تعالیٰ ہماری عورتوں کو اس سے محفوظ رکھے وہ اس جرم کو بہت معمولی اور ہلکا خیال کرتی ہیں حتیٰ کہ بعض نیک اور پارسا مرد بھی اسے گوارا کر لیتے ہیں اور اپنی بیوی یا بیٹی کو کچھ کہنے کی ہمت نہیں پاتے۔

(40) مصنوعی بال لگوانا

اپنی خوبصورتی کو دوبالا کرنے کے لیے اپنے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال لگوانا یا وگ استعمال کرنا بھی بڑے گناہوں میں سے ہے، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے جو خوبصورتی کے لیے جسم کے کسی حصے میں رنگ بھرتی ہیں یا بھرواتی ہیں، اپنے بال اکھاڑتی ہیں یا اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بال ملاتی ہیں۔" (صحیح مسلم، اللباس ۵۵۷۳)

ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی کہ میری بیٹی کی شادی ہے اور بیماری کی وجہ سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں کیا میں اسے مصنوعی بال لگا دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے مصنوعی بال لگانے اور لگوانے پر لعنت کی ہے۔"
(صحیح مسلم، اللباس: ۵۵۶۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بنی اسرائیل کی تباہی کا آغاز اسی وجہ سے ہوا کہ ان کی عورتوں نے مصنوعی بال استعمال کرنا شروع کر دیئے تھے اور آپ نے اسے یہودیوں کا فعل قرار

دیا ہے۔ (صحیح مسلم، اللباس:۵۵۷۸)

ہمارے ہاں بیوٹی پارلروں میں یہ کام اپنے عروج پر ہے، واضح رہے کہ گنجے پن کا علاج کرنا مشروع ہے، اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں، اس سلسلہ میں گنجے کے واقعہ سے استدلال کیا جا سکتا ہے جس کے سر پر فرشتے نے ہاتھ پھیرا تھا اور وہ بالوں والا ہو گیا تھا۔ (صحیح بخاری حدیث:۳۴۶۴) البتہ مصنوعی بال لگانے کی کسی صورت میں شرعاً اجازت نہیں ہے۔

(41) عورت کا اپنے خاوند کے بستر پر آنے سے انکار کرنا

اللہ تعالیٰ نے نکاح کو اس لیے مشروع قرار دیا ہے کہ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کریں باہمی محبت کر کے راحت وسکون حاصل کریں، دونوں ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھیں، ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی دوسرے کی ضرورت کو پورا نہ کرے اور فعل حرام کا مرتکب ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیوی کو خاوند کی نافرمانی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے، اس بنا پر شوہر رات بھر اس سے ناراض رہے تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔" (صحیح بخاری، النکاح:۵۱۹۳)

ایسی عورتوں کو غور وفکر کرنا چاہیے جن کا اپنے شوہر سے اگر کسی وجہ سے اختلاف ہو جاتا ہے تو وہ بزعم خویش خاوند کے اس حق کو روک کر اسے سزا دینے کی کوشش کرتی ہیں' انہیں اس امر کا اندازہ ہونا چاہیے کہ اس اقدام پر بہت سے مفاسد مرتب ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ شوہر حرام کاری کا مرتکب بھی ہو سکتا ہے، کشیدگی سے دوسری شادی کے متعلق بھی سوچ سکتا ہے، اس کے برعکس جو عورتیں فرمانبردار اور خاوند کی اطاعت گزار ہوتی ہیں، ان کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بایں الفاظ بشارت دی ہے۔

"عورت جب پنجگانہ نماز ادا کرے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے

خاوند کی اطاعت کرے تو جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو سکتی ہے۔'' (ابن ماجہ، النکاح:۱۸۵۴)

ان احادیث کی روشنی میں ایک نیک سیرت بیوی کو چاہیے کہ اپنے خاوند کی اطاعت کرے بلا عذر شرعی اس کی نافرمانی کرنے سے بہت خرابیاں جنم لے سکتی ہیں، شوہر کو بھی چاہیے کہ وہ اس معاملہ میں بیوی کی بیماری یا کسی تکلیف میں مبتلا ہونے کا خیال رکھے تا کہ دونوں کے درمیان محبت اور الفت برقرار رہے، اگر خاوند درج ذیل مواقع پر عورت سے اپنی خواہش پوری کرنے کے متعلق کہتا ہے تو اس پر اطاعت لازم نہیں ہے۔

(۱) دوران ایام اس عمل سے اجتناب کرنا چاہیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ﴾

''تم حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔'' (۲/البقرہ:۲۲۲)

حدیث میں ہے کہ

''جس نے حائضہ عورت سے جماع کیا اس نے رسول اللہ پر نازل شدہ تعلیمات کا انکار کر دیا۔'' (جامع ترمذی، الحیض:۱۳۴)

(۲) جو مرد اپنی بیوی سے خلاف فطرت مباشرت کرنا چاہتا ہو بیوی کو چاہیے کہ وہ صاف انکار کر دے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کام کو باعث لعنت قرار دیا ہے حدیث میں ہے کہ

''جو شخص اپنی بیوی سے دبر میں آتا ہے وہ لعنتی ہے۔''

(مسند امام احمد، ص۴۷۹، ج۲)

نیز حدیث میں ہے کہ

''ایسے شخص کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔''

(ترمذی، الرضاع:۱۱۶۵)

بہر حال بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے خاوند کے جذبات کا احترام کرے ہاں اگر اس کے جذبات خلاف شریعت یا خلاف فطرت ہوں تو ایسے جذبات کا احترام ضروری نہیں ہے۔

42 عورت کا بلا وجہ اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرنا

بیوی خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بساط اور ہمت کے مطابق نکاح کے بندھن کو برقرار رکھیں، شرعی عذر کی وجہ سے خاوند بیوی کو طلاق دے سکتا ہے، اسی طرح وہ بھی طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ مثلاً:

① شوہر بے نماز ہے۔

② نشہ آور اشیاء کا عادی ہے۔

③ بیوی کو حرام کاری پر مجبور کرتا ہے۔

④ اس پر بلا وجہ ظلم و تشدد کرتا ہے۔

⑤ شرعی حقوق کی ادائیگی سے قاصر ہو۔

بیوی کو چاہیے ایسے حالات میں خاوند کو نصیحت کرے اور اصلاح کی کوشش کرے، جب خاوند نصیحت قبول نہ کرے اور اصلاح کی کوشش بھی ثمر آور نہ ہو سکے تو عورت اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر کے اس سے الگ ہو سکتی ہے تاکہ اس کی ذات اور اس کا اخلاق و دین محفوظ رہے، لیکن کسی معقول عذر کے بغیر بیوی کا خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

''جو عورت بھی اپنے خاوند سے بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔'' (ابوداود، الطلاق: ۲۲۲۶)

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''بلا وجہ خلع وطلاق کا مطالبہ کرنے والی جھگڑالو عورتیں منافق ہیں۔''

(المعجم الکبیر للطبرانی ص ۳۳۹، ج ۱۷)

ان احادیث کے پیش نظر ان عورتوں کو اپنے رویے پر نظر ثانی کرنا چاہیے جو معمولی اختلاف کی وجہ سے اپنے خاوندوں سے طلاق کا مطالبہ کر دیتی ہیں، بعض دفعہ بُری سہیلیاں

اور پڑوسی عورتیں اسے طلاق مانگنے پر آمادہ کر دیتی ہیں۔ انہیں اس کی سنگینی کا احساس ہونا چاہیے کہ طلاق کے بعد بہت سے مفاسد پیدا ہو جاتے ہیں، خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے، عورت کی عزت و ناموس خاک میں مل جاتی ہے، بچے دردر کے دھکے کھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں، بعض اوقات خود عورت اس اقدام پر ندامت اور پشیمانی کا شکار ہو جاتی ہے، لیکن پھر اس ندامت کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

بہر حال عورتوں کو طلاق کے معاملہ پر انتہائی سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے، جب اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو تو شاید اللہ کے ہاں اس اقدام پر کوئی باز پرس نہ ہو بصورت دیگر قیامت کے دن یہ معاملہ بہت شدت اختیار کر جائے گا۔

43 بیوی کو خاوند کے خلاف بھڑکانہ

اس تاریک دور میں یہ رجحان عام ہے کہ بیوی کو میاں کے خلاف اور خاوند کو بیوی کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے مثلاً خود کو یا کسی دوسرے کو کسی کی بیوی کے سامنے آراستہ کر کے پیش کیا یا وعدہ وعید کے ذریعے اسے اکسایا، بیوی کو جھوٹی آرزوئیں دلائیں تاکہ اپنے شوہر سے برگشتہ ہو کر اس سے علیحدگی اختیار کرے، اس پر بے جا الزام اور تہمت دھرے، لوگوں میں اسے ذلیل و خوار کرے یہاں تک کہ خاوند اس کے ساتھ زندگی گزارنے سے مایوس ہو جائے اور اسے طلاق دے کر اپنی زوجیت سے فارغ کر دے، احادیث میں اس قبیح حرکت پر سخت وعید آئی ہے اور اسے کبیرہ گناہوں سے شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے کسی کی بیوی کو اس کے خاوند کے خلاف بھڑکایا یا کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف اکسایا۔'' (ابوداود، الطلاق: ۲۱۷۵)

خاوند کے عیوب بیان کر کے یا اس پر کوئی الزام لگا کر بیوی کو اس کے خلاف آمادہ کرنا یہ کس قدر سنگین جرم ہے اس کا اندازہ درج ذیل حدیث سے لگایا جا سکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شیطان اپنا تخت پانی پر جماتا ہے، پھر اپنے کارندوں کو بھیجتا ہے، ان میں سے زیادہ محبوب وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ پرور اور اختلاف انگیز ہو، ان میں سے ایک رپورٹ دیتا ہے تو اسے کہتا ہے تو نے اتنا کامیاب معرکہ سر نہیں کیا ہے حتیٰ کہ ان میں سے ایک کارندہ بایں الفاظ اپنی کارگزاری بتاتا ہے کہ میں فلاں آدمی کے ساتھ لگا رہا حتیٰ کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کرا دی تو شیطان اٹھ کر اسے گلے لگاتا ہے اور اسے شاباش دیتے ہوئے کہتا ہے کہ تو سب سے بہتر ہے۔'' (صحیح مسلم، صفات المنافقین:۷۱۰۶)

ان احادیث کے پیش نظر ایسے تخریب کار حضرات کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جو بلاوجہ میاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا کرتے ہیں اور ان کے درمیان بگاڑ کا بیج بوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کام انتہائی ناپسندیدہ ہے۔

(44) اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا

شیطان کا کام یہ ہے کہ وہ ابن آدم کو گمراہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ہمیں آگاہ کیا ہے کہ

﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ﴾

''شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا اسے دشمن ہی سمجھو۔ (۳۵/ فاطر:۶)

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے ہمیں شیطان اور اس کی چالوں سے خبردار کر دیا ہے، جب کسی پیش آمدہ خطرہ کا علم ہو تو سدباب آسان ہوتا ہے، اس کی ایک چال یہ ہے کہ وہ انسان کو کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت و تنہائی اختیار کرنے پر اکساتا ہے اور اس کام کو اس کی نظروں میں خوب مزین کرتا ہے، شریعت مطہرہ نے پوری طرح اس کا سدباب کیا ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''انسان جب کسی اجنبی عورت کے ساتھ علیحدگی اختیار کرتا ہے تو وہاں ان میں تیسرا شیطان بھی آ گھستا ہے۔'' (ترمذی، الرضاع:۱۱۷۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''آج کے بعد کوئی شخص اس عورت کے پاس نہ جائے جس کا خاوند غائب ہو مگر اس کے ساتھ ایک یا دو محرم آدمی ہوں۔'' (صحیح مسلم، السلام: ۵۶۷۷)

ہمارے معاشرے میں یہ بیماری عام ہے کہ آدمی اپنی بھابھی کے ساتھ یا گھر کی نوکرانی کے ساتھ بازار چلا جاتا ہے ایک صاحب ثروت عورت اپنے ڈرائیور کے ساتھ اکیلی سفر پر روانہ ہو جاتی ہے یا کوئی عورت اکیلی کسی ڈاکٹر کے پاس چلی جاتی ہے، ہم لوگ بھی اس سلسلے میں تساہل اور سستی سے کام لیتے ہیں، ہمیں خود پر اعتماد ہوتا ہے یا دوسروں پر اندھا بھروسہ کر لیتے ہیں۔ بالآخر غلط نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہولناک اور تباہ کن صورت حال سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رہنے کی توفیق دے۔

(45) اجنبی عورتوں سے مصافحہ کرنا

ہمارے معاشرہ میں کئی ایک ایسی برائیاں رواج پا چکی ہیں جن کی سنگینی کو محسوس نہیں کیا جاتا، بلکہ رواداری کے نام سے ان کا ارتکاب کیا جاتا ہے مثلاً چچا، پھوپھی، خالہ اور خالو کی بیٹیوں اور بھائی، چچا اور ماموں کی بیوی سے مصافحہ کرنا، ان سے معانقہ کرنے کو برا خیال نہیں کیا جاتا، اگر ان کے سامنے قرآن وحدیث سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ ایسا کرنا جائز نہیں تو رجعت پسند، تنگ نظر ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ بعض جگہ جہالت اس حد تک ہے کہ بیوی اگر خاوند کے بھائیوں سے مصافحہ نہیں کرتی یا ان سے پردہ کرتی ہے تو اسے طلاق کی دھمکی دی جاتی ہے، ہماری شنید تو یہاں تک ہے کہ خاوند کے بھائی، بھابھی کی چادر یا دوپٹہ اتار کر لے جاتے ہیں تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری، حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عورتوں سے بیعت لیتے وقت بھی آپ کا ہاتھ کسی عورت کو نہیں چھوتا تھا بلکہ آپ صرف گفتگو سے ان کی بیعت لے لیتے تھے۔ (صحیح مسلم، الامارۃ: ۴۸۳۴)

بلکہ صحابی نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیعت کرتے وقت

عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتے تھے۔ (مسند امام احمد، ص ۲۱۳ ج ۲)

انصار کی عورتوں نے بیعت کے وقت آپ سے مصافحہ کرنے کی خواہش کی تو آپ نے برملا فرمایا کہ

''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔'' (سنن نسائی، البیعہ: ۴۱۸۶)

ان احادیث کا تقاضا ہے کہ کسی انسان کو اجنبی عورت سے مصافحہ کرنے کی اجازت نہیں ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی میخ ٹھونک دی جائے تو یہ چیز اس سے بہتر ہے کہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے۔''

(طبرانی: ۲۱۲، ج ۲۰)

ہمارے نزدیک نا محرم عورت سے مصافحہ کرنا ہاتھوں کی بدکاری ہے جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

46 محرم کے بغیر عورت کا سفر کرنا

ہمارے ہاں معاشرتی برائیوں میں سے ایک یہ برائی بھی عام ہے کہ بیٹی کا نکاح بیرونِ ملک موجود کسی سے کر دیا جاتا ہے پھر باپ یا بھائی اسے ہوائی جہاز پر سوار کرا دیتے ہیں اور پھر اسے خاوند دوسرے ملک میں ائر پورٹ سے وصول کر لیتا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔'' (صحیح بخاری: ۱۸۶۲)

یہ حدیث ہر قسم کے سفر کے لیے ہے، عورت صنف نازک ہے، اکیلے سفر کرنے سے کسی ناگفتہ صورت حال سے دوچار ہو سکتی ہے، ایسے متعدد واقعات ہم روز پڑھتے اور سنتے ہیں کہ اکیلی عورت دوران سفر لاپتہ ہو جاتی ہے جس کا کوئی سراغ نہیں ملتا، اس لیے ضروری ہے سفر کے ساتھ کوئی محرم ہو، محرم کا مسلمان، عاقل، بالغ اور مرد ہونا ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"دوران سفر اس کا باپ، بیٹا یا خاوند یا بھائی یا اور کوئی محرم ضرور ہو۔"
(صحیح مسلم حدیث نمبر: ۳۲۷۰)

محرم سے مراد وہ شخص ہے جس کے ساتھ کبھی نکاح نہ ہو سکتا ہو، جب رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث بیان کی تو ایک شخص کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! میں تو جنگ میں شریک ہونے کے لیے اپنا نام لکھا چکا ہوں، جبکہ میری بیوی حج پر جانا چاہتی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

"جہاد پر نہ جائیں بلکہ اپنی بیوی کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہو جائیں۔"
(صحیح مسلم، الحج: ۳۲۷۲)

47 غیر مرد عورت کا ایک دوسرے کو دیکھنا

شریعت اسلامیہ میں جہاں کھلی بدکاری کو حرام کیا گیا ہے وہاں ان راستوں کو بھی بند کر دیا گیا ہے جو اس کی طرف جاتے ہیں' زنا کے عوامل میں سے نظر بازی ایک بہت بڑا عامل ہے، اس کے نتیجہ میں انسان کے دوسرے اعضا بھی بدکاری میں مبتلا ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرہ میں مرد، عورتوں کو اپنی نگاہیں پست رکھنے کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ﴾

"اے نبی! آپ اہل ایمان سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔" (۲۴/النور: ۳۰)

اس آیت کریمہ میں نگاہیں پست رکھنے کا حکم اہل ایمان مردوں سے ہے اسی طرح اگلی آیت میں اہل ایمان خواتین کو بھی یہی حکم دیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد کی کسی غیر عورت پر اور عورت کی کسی غیر مرد پر نگاہ نہ پڑنا چاہیے اور اگر اتفاق سے پڑ جائے تو فوراً ہٹا

لینا چاہیے جیسا کہ ایک دفعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پہلی بار کی نظر تجھے معاف ہے لیکن بعد کی معاف نہیں ہے۔''

(ترمذی، الادب: ۲۷۷۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بازی کی سنگینی بایں الفاظ بیان فرمائی کہ نظر بازی آنکھوں کا زنا ہے، پوری حدیث اس طرح ہے:

''آنکھوں کا زنا نظر بازی ہے، زبان کا زنا فحش کلامی ہے اور آدمی کا نفس بدکاری کی خواہش کرتا ہے آخر کار انسان کی شرمگاہ ان تمام اقسام زنا کی تصدیق کر دیتی ہے یا انہیں جھوٹا قرار دیتی ہے۔'' (صحیح بخاری: ۶۲۴۳)

غالباً اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نظر بازی کے اجتناب کے ساتھ ہی شرمگاہوں کی حفاظت کا ذکر فرمایا ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ شرمگاہ کی حفاظت کے لیے نظر بازی سے اجتناب انتہائی ضروری ہے، واضح رہے کہ نظر بازی یا کسی کے گھر میں جھانکنا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''اگر کوئی شخص تمہارے مکان میں جھانکے اور تم پتھر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔'' (صحیح بخاری، الدیات: ۶۹۰۲)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے دروازہ کے سوراخ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک میں جھانکا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک خار پشت تھا جس سے اپنے سر کو کھجا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں اسے تیری آنکھ پر مار کر پھوڑ دیتا۔ اجازت لے کر اندر آنے کا حکم نظر بازی کے فتنہ کی وجہ سے ہی ہوا ہے۔'' (صحیح بخاری، ۵۹۲۴)

راستے کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ چلتے وقت انسان اپنی نگاہوں کو پست رکھے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کی واضح طور پر نشاندہی فرمائی ہے۔

(صحیح بخاری: ۶۲۲۹)

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے دوران حج حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک خوبصورت عورت کی طرف نظر جمائے ہوئے ہیں تو آپ نے اس کی ٹھوڑی کو پکڑ کر اس کا منہ دوسری طرف پھیر دیا۔ (صحیح بخاری:٦٢٢٨)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''میں نے ایک نوجوان مرد اور عورت کو اس طرح نظر بازی کرتے دیکھا تو مجھے شیطانی حملے کا خطرہ محسوس ہوا۔'' (ترمذی، الحج:٨٨٥)

اس امتناعی حکم سے دو انتہائی صورتیں حسب ذیل ہیں:

(١) آدمی کو اپنی ہونے والی بیوی یعنی منگیتر کو ایک نظر دیکھ لینے کی اجازت ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اجازت دی تھی۔ (ترمذی، النکاح:١٠٨٧)

(٢) میدان جنگ میں اگر مجاہدین زخمی ہوں تو ان کی مرہم پٹی کرنے والے اگر مرد نہ ہوں تو خواتین یہ فریضہ انجام دے سکتی ہیں جیسا کہ غزوہ احد کے موقع پر خواتین اسلام نے یہ کردار ادا کیا تھا۔

48 دوران حیض بیوی سے جماع کرنا

طبعی اعتبار سے حیض کے دوران عورت کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ صحت کی نسبت بیماری کے زیادہ قریب ہوتی ہے، اس حالت میں اپنی بیوی سے الگ رہنے اور اس کے قریب نہ جانے کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ﴾

''لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں' آپ ان سے کہہ دیں کہ وہ ایک گندگی کی حالت ہے، لہٰذا دوران حیض عورتوں سے الگ رہو جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔'' (٢/البقرہ:٢٢٢)

بیویوں سے الگ رہنے اور ان کے قریب نہ جانے سے مراد مجامعت کی ممانعت

ہے، یہود و نصاریٰ دونوں اس معاملہ میں افراط و تفریط کا شکار تھے، یہود تو دوران حیض ایسی عورت کو الگ مکان میں رکھتے اور ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا وغیرہ بھی نہیں کھاتے تھے جبکہ نصاریٰ اس دوران مجامعت سے بھی اجتناب نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی، اس آیت کی رو سے دوران حیض بیوی خاوند دونوں اکٹھے مل کر رہ سکتے ہیں، اکٹھے کھا سکتے ہیں حتیٰ کہ بوس و کنار کرنے کی بھی اجازت ہے البتہ اس دوران مجامعت کی سخت ممانعت ہے، احادیث میں میں اس کی مزید وضاحت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص حائضہ عورت سے جماع کرے یا اس کی دبر سے آئے یا کسی کاہن کے پاس جائے تو اس نے رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا انکار کردیا۔'' (جامع ترمذی، الحیض: ۱۳۴)

اس حدیث کے پیش نظر دوران حیض اپنی بیوی سے جماع کرنا ایک کبیرہ گناہ ہے، البتہ جو شخص بلا قصد، غلطی اور لاعلمی سے یہ گناہ کر بیٹھے اس پر کوئی بوجھ یا تاوان نہیں ہے، لیکن جو شخص دیدہ و دانستہ اس قبیح فعل کا ارتکاب کرتا ہے اس پر کفارہ ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے دوران حیض اپنی بیوی سے جماع کرنے والے کے متعلق فرمایا:

''وہ دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔'' (ابوداود، الطہارۃ: ۲۶۴)

جو علما حضرات اس حدیث کی صحت کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس گناہ کا کفارہ ایک دینار یا نصف دینار ہے، کچھ علما تو مطلق طور پر اسے اختیار دے دیتے ہیں کہ وہ چاہے ایک دینار صدقہ دے یا نصف دینار کسی مسکین کو دے، جبکہ کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ اگر حیض کے ابتدائی ایام میں جبکہ خون زیادہ بہتا ہے کوئی جماع کرتا ہے تو اس کا کفارہ ایک دینار ہے اور اگر آخری ایام میں جبکہ خون کافی ہلکا ہو جاتا ہے غسل حیض سے قبل جماع کرتا ہے تو نصف دینار کفارہ ہوگا۔ جیسا کہ امام ابوداود نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفریق ذکر کی ہے۔

(ابوداود، الطہارۃ: ۲۶۵)

آج کل رائج الوقت ناپ تول کے نظام کے مطابق ایک دینار سوا چار گرام سونے

کے مساوی ہوتا ہے چنانچہ اس جرم کا مرتکب مذکورہ مقدار کا سونا اور اس کی قیمت بطور صدقہ دے۔ بہرحال دوران حیض بیوی سے ہمبستری کرنا کبیرہ گناہ ہے چنانچہ یہود کے ردعمل کے طور پر ایک دفعہ حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ یہودیوں کی مخالفت کرتے ہوئے اس دوران عورتوں سے صحبت نہ کرلیا کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ (ابوداود، الطہارۃ:۲۵۸) ویسے بھی ایک نفیس طبع انسان اس سے گھن کھاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس جرم سے محفوظ رکھے۔ آمین

(49) بیوی سے خلاف فطرت مباشرت کرنا

بیوی کے ساتھ خلاف فطرت مباشرت کرنا بھی بہت قبیح اور گھناؤنا جرم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

"اللہ تعالیٰ اس مرد کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا جو کسی مرد سے شہوت پوری کرتا ہے یا عورت کو دبر کے راستے آتا ہے۔"

(جامع ترمذی، الرضاع:۱۱۶۵)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جو شخص اپنی بیوی سے دبر کے راستہ آتا ہے وہ لعنتی ہے۔"

(مسند امام احمد، ص۴۷۹، ج۲)

ان احادیث سے اس فعل قبیح کی شناعت کا پتہ چلتا ہے، یہ ایک انتہائی گھٹیا حرکت ہے، ایک بیوی کو اپنے شوہر کے جذبات کا احترام کرنا چاہیے لیکن اگر اس کے جذبات خلاف شریعت یا خلاف فطرت ہوں تو ایسے جذبات کا احترام ضروری نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ﴾

"جب عورتیں حیض سے پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاسکتے ہو جدھر سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔" (۲/البقرہ:۲۲۲)

اس آیت کریمہ میں حکم سے مراد طبعی امر ہے جو ہر جاندار کی فطرت میں ودیعت کر دیا گیا ہے اور جس سے ہر متنفس طبعی طور پر واقف ہے، اگر اس حکم فطرت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دبر میں جماع کرے گا تو وہ اللہ کی شریعت میں مجرم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴾

''جو کوئی اس کے علاوہ کوئی ذریعہ چاہے تو ایسے ہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔'' (۲۳/المؤمنون: ۷)

اس آیت کی رو سے بے لگام آزادی کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، اس میں زنا، لواطت، لونڈے بازی، عورتوں کی ہم جنس پرستی، جلق اور مشت زنی غرضیکہ شہوت کی جتنی بھی صورتیں ہیں سب ناجائز قرار پاتی ہیں۔ بعض لوگ اپنی بیویوں کو دھوکہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ بیوی سے دبر میں جماع کرنا حلال ہے وہ دلیل کے طور پر درج ذیل آیت پڑھ کر سناتے ہیں:

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ﴾

''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ۔'' (۲/البقرہ: ۲۲۳)

حالانکہ یہ آیت اس گندے فعل کی دلیل نہیں بلکہ اس کی ممانعت کے لیے ہے، احادیث میں اس امر کی وضاحت ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے پاس جس طرح چاہے آئے خواہ آگے سے یا پیچھے سے لیکن شرط یہ ہے کہ جماع موضع ولادت سے ہو اور ظاہر ہے کہ دبر موضع ولادت نہیں بلکہ گندگی کی جگہ ہے۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق دو طرح کی احادیث ہیں جس کی وضاحت حسب ذیل ہے:

(۱) یہود مدینہ کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس اس کے پیچھے سے آئے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے تو ان کی تردید میں درج بالا آیت نازل ہوئی۔

(صحیح بخاری، التفسیر: ۴۵۲۷)

(۲) ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا، آپ نے پوچھا تجھے کس چیز نے ہلاک کر دیا، عرض کیا میں نے آج اپنی سواری پھیر لی۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ خاموش رہے تا آنکہ آپ پر مذکورہ آیت نازل ہوئی پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''آگے سے صحبت کرو یا پیچھے سے آؤ مگر دبر میں یا حیض کی حالت میں مجامعت نہ کرو۔'' (جامع ترمذی، التفسیر: ۲۹۸۰)

گویا اس آیت میں بیوی کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے اور نطفے کو بیج قرار دیا گیا ہے اور بیج جہاں بار آور ہو سکتا ہے وہاں ڈالنا چاہیے خواہ کسی بھی صورت میں ڈالا جائے لیٹ کر، بیٹھ کر، آگے سے، پیچھے سے بہر حال فرج ہی میں ڈالا جائے اور پیداوار یعنی اولاد حاصل کرنے کے لیے ڈالا جائے۔

اکثر سلیم الفطرت عورتیں اس فعل شنیع کا انکار کرتی ہیں مگر ان کے شوہر انہیں طلاق کی دھمکی دے کر اس برے فعل پر مجبور کر دیتے ہیں، کچھ عورتیں شرم کی وجہ سے اس کے متعلق اہل علم سے دریافت نہیں کرتیں، اگر میاں بیوی دونوں اس فعل بد پر رضا مند ہو جائیں تو بھی یہ فعل حرام ہی رہتا ہے کیونکہ برے فعل پر راضی ہو جانا، اسے حلال نہیں بنا دیتا، اس سے گناہ کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں، سب سے نمایاں سبب یہ ہے کہ فحش اور گندی فلموں کے حیا سوز اور نجس مناظر ذہن میں پیدا ہو جاتے ہیں، شادی کے بعد بھی اپنی بیوی سے وہی کچھ چاہتا ہے جو ان گندی فلموں میں دیکھ چکا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

(50) بیوی سے بدسلوکی کرنا

اللہ تعالیٰ نے نکاح کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے اور خاوند کو اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی بہت تاکید کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ ''ان عورتوں کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر

کرو۔“ (۴/النساء:۱۹)

نیز فرمایا کہ

﴿ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۭ ﴾

”انہیں تنگ کرنے کے لیے ایذا نہ دو۔“ (۶۵/الطلاق:۶)

اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کو واجبی خرچہ بھی نہ دیا یا دوسرے طریقوں سے اس طرح تنگ کیا جائے کہ وہ از خود گھر چھوڑنے پر مجبور ہو جائے، پھر خاوند کو بہانہ مل جائے کہ وہ خود ہی مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہے، ایسے ہتھکنڈوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

”تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں بہتر ہیں۔“

(مسند امام احمد، ص۲۵۰، ج۲)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ

”تمہارے بہتر ہونے کا معیار یہ ہے کہ تم اپنے اہل خانہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو میں خود اپنے اہل خانہ سے حسن سلوک کرتا ہوں۔“

(مستدرک حاکم، ص۱۷۳، ج۴)

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

”عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی ذمہ داری پر حاصل کیا ہے ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے حکم کے ساتھ حلال کیا ہے، تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو پھر اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مار سکتے ہو لیکن اس طرح کہ انہیں چوٹ نہ آئے اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں دستور کے مطابق خوراک اور پوشاک مہیا کرو۔“ (صحیح بخاری، الحج:۲۹۵۰)

بیویوں سے بداخلاقی کرنا یا انہیں نوکروں کی طرح زدوکوب کرنا بہت گھناؤنا جرم ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ

”تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح نہ مارے اور پھر دن

کے آخری حصہ میں اس سے مباشرت بھی کرنے لگے۔"

(صحیح بخاری، النکاح: ۵۲۰۴)

بہرحال خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور اس کی ضروریات کا خیال رکھے، اسے بلاوجہ تنگ کر کے اللہ کے غضب کو دعوت نہ دے۔

51 بیویوں کے ساتھ بے انصافی کرنا

اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ عدل کرتا ہے اور کسی پر ظلم نہیں کرتا، وہ نہیں چاہتا کہ کوئی آدمی دوسرے پر بے انصافی کرے خاص طور پر متعدد بیویوں کے درمیان عدل اور مساوات قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْھَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾

"اگر تم اپنی بیویوں کے درمیان کما حقہ عدل کرنا چاہو بھی تو ایسا ہرگز نہ کر سکو گے لہٰذا اس طرح نہ کرنا کہ ایک بیوی کی طرف پوری طرح مائل ہو جاؤ اور دوسری کو لٹکتا ہوا چھوڑ دو اور اگر تم اپنا رویہ درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (۴/النساء: ۱۲۹)

واضح رہے کہ خاوند کا ان باتوں پر مواخذہ ہوگا جو اس کے اختیار میں ہوں اور وہ انہیں ادا نہ کرے مثلاً نان ونفقہ، لباس و پوشاک اور دیگر ضروریات زندگی کا خیال رکھا جائے اور جو باتیں اس کے بس میں نہیں ہیں مثلاً دلی محبت اور قلبی تعلقات وغیرہ میں کمی پیشی ممکن ہے۔ اس پر مواخذہ نہیں ہوگا کیونکہ یہ وہ معاملہ ہے جو کسی بندے کے اختیار میں نہیں ہوتا، لیکن جو لوگ ایک سے زائد شادیاں کر کے ایک ہی بیوی کے ہو کر رہیں، اس کی ضروریات کا زیادہ خیال رکھیں، باقی بیویوں کو عضو معطل کی طرح نظر انداز کر دیں یہ قطعی طور پر حرام ہے، ایسے شخص کو قیامت کے دن بڑی ہولناک کیفیت سے دو چار ہونا پڑے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے کسی ایک کی طرف زیادہ جھکاؤ رکھے تو وہ قیامت کے دن بایں طور پر آئے گا کہ اس کا ایک پہلو مفلوج ہوگا۔‘‘ (ابوداود، النکاح: ۲۱۳۳)

ان احادیث کی روشنی میں خاوند کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ جن باتوں میں انصاف کرنے کا اختیار رکھتا ہے ان میں مساوات کو برقرار رکھے بصورت دیگر اسے اللہ کے ہاں سخت مواخذہ ہوگا۔

52 مردوں کے لیے سونے یا ریشم کا استعمال

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ﴾

’’آپ کہہ دیجئے! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت اور کھانے کی پاکیزہ چیزیں پیدا کی ہیں انہیں کس نے حرام کیا ہے‘‘ (۷/ الاعراف: ۳۲)

اس آیت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے لباس، زینت اور کھانے پینے کی تمام حلال چیزیں اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں، لیکن ان میں کچھ اشیاء بھی ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے مردوں کے لیے بطور لباس اور زینت انہیں استعمال کرنا حرام قرار دیا ہے ان میں سے ایک سونا اور دوسرا ریشم ہے۔ چنانچہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’میری امت کی عورتوں کے لیے ریشم اور سونا حلال جبکہ مردوں کے لیے حرام کیا گیا ہے۔‘‘ (مسند امام احمد، ص ۲۵۴، ج ۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔ (صحیح بخاری، اللباس: ۵۸۶۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ سونے کی

انگوٹھی استعمال فرمائی تو لوگوں نے بھی آپ کی اقتدا کرتے ہوئے سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں پھر آپ نے اس کو اتار کر فرمایا:

"میں اسے کبھی استعمال نہیں کروں گا۔" تو لوگوں نے بھی انہیں اتار پھینکا۔

(صحیح بخاری، اللباس:۵۸٦٧)

رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار پھینکا پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی آگ کے انگارے کا ارادہ کر کے اسے اپنے ہاتھ میں پہن لیتا ہے۔" (صحیح مسلم، اللباس:۵۴۷۲)

ہمارے معاشرے میں ایک بدترین مرض ہے کہ منگنی کے موقع پر سسرال کی طرف سے لڑکے کو سونے کی انگوٹھی پہنائی جاتی ہے حالانکہ اس کے متعلق بہت سخت وعید ہے جیسا کہ احادیث بالا سے معلوم ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سلسلہ میں بہت حساس تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق وعید بیان کی تو ایک آدمی نے اپنی سونے کی انگوٹھی کو اتار پھینکا، جب رسول اللہ ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے تو کسی نے اس شخص سے کہا تم اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور اسے فروخت کر کے فائدہ اٹھاؤ، اس شخص نے بہت ایمان افروز جواب دیا کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے اتار کر پھینک دیا ہے میں اسے بالکل نہیں اٹھاؤں گا۔ (صحیح مسلم، اللباس:۵۴۷۲)

ریشم کی حرمت کے متعلق بھی احادیث مروی ہیں چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر قسم کے ریشم کو خواہ باریک ہو یا موٹا استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم، اللباس:۵۸٦۳)

بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

"دنیا میں ریشم تو وہی مرد پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔"

(صحیح بخاری، اللباس:۵۸۳۵)

مردوں کو کسی مجبوری کی بنا پر اسے پہننے کی اجازت ہے چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خارش تھی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں ریشم استعمال

کرنے کی اجازت دی۔ (صحیح بخاری، اللباس:۵۸۳۹)

اسی طرح عورتوں کو بھی ریشم پہننے کی اجازت ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ریشمی لباس پہنے دیکھا تھا۔

(صحیح بخاری، اللباس:۵۸۴۲)

اس دور میں عام طور پر دولہا میاں کو کرنڈی کا لباس بنا کر پہنایا جاتا ہے جو خالص ریشم کا ہوتا ہے، اسی طرح بازار میں بہت سی سونے کی مصنوعات ہیں جو خاص مردوں کے لیے تیار کی جاتی ہیں مثلاً گھڑیاں، بٹن اور زنجیریں وغیرہ جسے گولڈ میڈل کا نام دیا جاتا ہے، یہ تمام چیزیں مردوں کے لیے حرام ہیں۔

53 سونے یا چاندی کے برتن استعمال کرنا

ہمارے معاشرے میں برتنوں کی دکانوں پر سونے کے برتن بھی موجود ہوتے ہیں جنہیں متمول لوگ خریدتے ہیں اور اپنی روزہ مرہ کی ضروریات میں انہیں استعمال کرتے ہیں۔ اونچے ہوٹلوں میں بھی ان کا استعمال عام ہے، کچھ سونے چاندی کے برتن اپنے گھروں میں تو نہیں رکھتے البتہ کسی دعوت کے موقع پر انہیں استعمال کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ اس قسم کے برتن دوسروں کو بطور تحفہ دینے کا رواج بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ حالانکہ ان کا استعمال تکبر کی علامت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان برتنوں کے حوالے سے سخت وعید سنائی ہے۔ شریعت مطہرہ میں سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال حرام ہے خواہ وہ پلیٹوں کی صورت میں ہوں یا چھری کانٹے کے طور پر انہیں استعمال کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”جو شخص سونے یا چاندی کے برتنوں میں کھاتا پیتا ہے وہ جہنم کی آگ گھونٹ گھونٹ کر کے اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے۔“ (صحیح بخاری، الاشربہ:۵۶۳۴)

رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق حکم امتناعی جاری کیا ہے، فرمان نبوی ہے کہ

”سونے چاندی کے برتنوں اور پلیٹوں میں مت کھاؤ پیو کیونکہ کفار کو دنیا میں

اور ہمیں آخرت میں دیے جائیں گے۔'' (صحیح مسلم، اللباس: ۵۴۰۰)

یہ حکم عام ہے جو کھانے پینے اور سونے چاندی کے ڈبوں میں تحائف دینے کو شامل ہے، ہمیں ہر طرح سے ان کا استعمال ترک کر دینا چاہیے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے، انہیں سخت پیاس لگی تو انہوں نے پانی طلب کیا، ایک زمیندار نے چاندی کے برتن میں پانی پیش کیا تو آپ نے اسے زمین پر پٹخ دیا اور فرمایا کہ میں اسے بار بار منع کرتا ہوں لیکن یہ باز نہیں آتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''سونے چاندی کے برتنوں میں مت کھاؤ پیو، کیونکہ یہ اہل دنیا کے لیے اور اس دنیا میں اہل تقویٰ کے لیے آخرت میں ہوں گے۔''

(صحیح بخاری، الاطعمہ: ۵۴۲۶)

بہر حال اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مالدار کیا ہے تو شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے اسے استعمال کرنا چاہیے۔ یہ مال ہماری دین سے سرکشی اور بغاوت کا باعث نہیں بننا چاہیے، مال کا بایں طور خرچ کرنا اسراف ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾

''کھاؤ اور پیو، لیکن اسراف نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (۷/ الاعراف: ۳۱)

54 عورتوں کے لیے چست لباس پہننا

دشمنان اسلام نے مسلم معاشرہ کو مغربی تہذیب کا رنگ دینے کے لیے اپنے تمام تر وسائل کو جھونک دیا ہے، ان میں سے ایک محاذ یہ ہے کہ عورتوں کے لیے نئے نئے فیشنوں اور ڈیزائنوں کا ایجاد کرنا، اخبارات، جرائد و رسائل میں نئے ڈیزائنوں کے نمونے شائع ہوتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر صنف نازک میں ان کا استعمال عام ہوتا جا رہا ہے، لباس کے متعلق ان کی کوشش ہے کہ اسے باریک ہونے کے ساتھ ساتھ تنگ اور چست بنایا جائے تا کہ ایک

عورت اسے پہننے کے باوجود بھی ننگی رہے، آج کل بہت سے ڈیزائن ایسے ہیں کہ اس کے مطابق لباس تیار کرنا نہ صرف خلاف شریعت ہے بلکہ بے پردگی، عریانی بلکہ حیا سوزی کا مرقع ہے۔ ایسے لباس کو ایک عورت، عورتوں اور محرم مردوں کے سامنے بھی نہیں پہن سکتی۔ چہ جائیکہ بازار میں غیر مردوں کے سامنے اس کی نمائش کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں میں اس قسم کے لباس کے عام ہونے کی پیش گوئی بایں الفاظ فرمائی ہے:

''اہل جہنم سے دو قسم کے ایسے افراد ہیں جنہیں میں ابھی تک نہیں دیکھ سکا ہوں ایک وہ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، جنہیں وہ لوگوں پر برسایا کریں گے دوسری وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجو ننگی ہوں گی، اپنی اداؤں سے مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور مٹک مٹک کر چلنے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹوں کی کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ یہ عورتیں جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گی بلکہ جنت کی خوشبو تک سے محروم ہوں گی حالانکہ جنت کی خوشبو سالہا سال کی مسافت سے محسوس کی جائے گی۔'' (صحیح مسلم، اللباس: ۵۵۸۲)

عورت کا لباس پہننے کے باوجود ننگی رہنا اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) وہ لباس بہت باریک ہو، جس سے ابھار کی جھلک نمایاں نظر آئے۔

(۲) وہ لباس تنگ و چست ہو جس سے جسم کے خفیہ حصے نمایاں ہو جائیں۔

اس قسم کا لباس ایک مسلمان خاتون کو زیب نہیں دیتا بلکہ مغربی تہذیب کی دلدادہ عورتیں اسے پسند کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق لباس کی غرض و غایت ستر پوشی ہے، لیکن اس کے پہننے کے باوجود عریاں رہنا شیطانی حرکت ہے۔

55 مصنوعی بال لگانا

خوبصورتی کے لیے مصنوعی بالوں کو استعمال کرنا، اپنے بالوں کے ساتھ مصنوعی بال پیوند کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے، بازاروں میں مصنوعی بالوں کی وگیں عام دستیاب ہیں جنہیں مرد

اورعورتیں دونوں استعمال کرتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس امر سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے کہ کوئی عورت اپنے سر کے بالوں کے ساتھ کوئی دوسرے بال لگائے۔ (صحیح مسلم، اللباس:۵۵۷۷)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، اس نے عرض کیا کہ میری بیٹی کی شادی ہے اور اسے ایک مرض لاحق ہونے کی وجہ سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں کیا میں اس کے سر پر مصنوعی بال لگا دوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''اللہ تعالیٰ نے مصنوعی بال لگانے اور لگوانے والی دونوں عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔'' (صحیح مسلم، اللباس:۵۵۶۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو خوبصورتی کے لیے جسم کے کسی حصہ میں رنگ بھرتی اور بھرواتی ہیں، اپنے ابروں کے بال صاف کرتی اور کراتی ہیں اور اپنے دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنے کے لیے انہیں رگڑاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس خلقت میں تبدیلی کرتی ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے۔'' (صحیح مسلم، اللباس:۵۵۷۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''بنی اسرائیل کی عورتیں اس عادت بد کا شکار ہوئی تھیں اس کی پاداش میں انہیں سزا دی گئی۔'' (صحیح مسلم، اللباس:۵۵۷۹)

ہمیں اس عادت پر غور کرنا چاہیے، البتہ گنجے پن کا علاج کرانے میں چنداں حرج نہیں ہے۔

(56) بالوں کو سیاہ خضاب لگانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ؕ ﴾

''اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری حالت میں پیدا کیا، پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت بخشی پھر اس قوت کے بعد تمہیں کمزور اور بوڑھا بنا دیا۔''

(۳۰/الروم:۵۴)

مذکورہ زندگی کے وہ مراحل ہیں جن میں انسان اپنی مرضی سے کوئی تبدیلی نہیں لا سکتا وہ لاکھ چاہے کہ بڑھاپے کے بعد پھر اس پر جوانی کا دور آ جائے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا، لیکن کچھ لوگ اس قدرتی مراحل سے نبرد آزما رہتے ہیں خاص طور پر اپنے بڑھاپے کو جوانی سے بدلنے کے لیے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ اپنے سفید بالوں کو سیاہ رنگ کرتے ہیں تا کہ بڑھاپے پر پردہ پڑا رہے، شریعت میں اس فعل پر سخت وعید آئی ہے۔ چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا جن کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید ہو چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان بالوں کی سفیدی تبدیل کر دو لیکن سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔''

(صحیح مسلم، اللباس:۵۵۰۹)

اس روایت میں سیاہ رنگت سے اجتناب اور پرہیز کا حکم ہے اور آپ کا امر وجوب کے لیے ہے لہٰذا اس کا خلاف ممنوعہ اور حرام ہے۔ اس کے علاوہ ایک دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قرب قیامت کے وقت ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کبوتر کے پوٹوں کی طرح اپنے بالوں کو سیاہ کریں گے اور وہ جنت کی خوشبو تک سے محروم ہوں گے۔'' (ابوداود:۴۲۱۲)

نیز طبرانی اوسط میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''آخری زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنے بالوں کو سیاہ رنگ کریں گے۔ان کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔''

بعض اہل علم اس سلسلہ میں ایک روایت کا سہارا لیتے ہیں کہ

''تمہارا بہترین خضاب سیاہ رنگ کا ہے جس سے عورتوں کے دلوں میں تمہاری محبت اور دشمنوں کے دلوں میں تمہارا رعب ہوگا۔'' (ابن ماجہ،اللباس:۳۶۲۵)

لیکن یہ روایت سخت ضعیف اور انتہائی کمزور ہے، اسے صحیح احادیث کے مقابلہ میں نہیں پیش کیا جاسکتا۔

57 پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبردار کیا ہے کہ پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا عذاب قبر کا باعث ہے۔

دور حاضر میں مغربی تہذیب سے وابستگی اس قدر عام ہوچکی ہے کہ اس پر عمل کرنے میں فخر محسوس کیا جارہا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے والوں کے لیے دیواروں میں نصب پیالہ نما بیت الخلا بنائے جاتے ہیں۔انہیں استعمال کرنے والا شخص ہر آنے جانے والے کے سامنے کسی قسم کی شرم وحیا کے بغیر کھلے عام پیشاب کرتا ہے، پھر پیشاب سے فارغ ہوکر استنجا کیے بغیر گندگی کی حالت میں کپڑا پہن لیا جاتا ہے، اس طرح بیک وقت یہ لوگ دو انتہائی قبیح کام کرتے ہیں ایک تو اپنی شرم گاہ کھلے عام کھولتے ہیں اور پردہ پوشی کا اہتمام نہیں کرتے، دوسرے پیشاب سے پرہیز نہ کرنے کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جبکہ دین اسلام میں قضاء حاجت سے فراغت کے بعد مٹی کے ڈھیلے استعمال کرنے یا پانی سے استنجا کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے اور طہارت حاصل کرنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے جس سے صفائی اور پاکیزگی حاصل ہوتی ہے جو لوگ اس قسم کی گندگی دور کرنے میں سستی کرتے ہیں ان کے بدن اور کپڑے نجاست آلود رہتے ہیں۔جس کی وجہ سے ان کی نمازیں

بھی درست ادا نہیں ہوتیں۔ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبردار کیا ہے کہ پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا عذاب قبر کا باعث ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ کے کسی باغ کے پاس سے گزرے۔ وہاں آپ نے اچانک دو انسانوں کی چیخ و پکار کو سنا جنہیں قبر میں عذاب دیا جا رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

''انہیں قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ کی وجہ سے یہ سزا انہیں دی جا رہی پھر فرمایا کیوں نہیں! وہ گناہ تو کبیرہ ہیں، ان میں سے ایک اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرتا تھا اور دوسرا لوگوں کی چغلیاں کیا کرتا تھا۔'' (صحیح بخاری، الوضوء:۲۱۶)

اس حدیث پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے: ''پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس سنگینی کو بایں الفاظ بیان کیا ہے کہ

''اکثر طور پر عذاب قبر پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔'' (مسند امام احمد، ص۳۲۶، ج۲)

اس حدیث میں ہے کہ انہیں کسی بڑے کام کی وجہ سے سزا نہیں دی جا رہی تھی، اس کے متعلق علامہ خطابی فرماتے ہیں:

وہ ایسا کام نہیں تھا جس سے پرہیز کرنا گراں ہو بلکہ پیشاب کے چھینٹوں اور چغلی سے پرہیز کرنا بہت بڑا کام نہیں ہے، بلکہ انسان کے بس میں ہے کہ ان سے اجتناب کرے۔ (معالم السنن، ص۱۹، ج۱)

جو انسان پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتا اس کا بدن اور کپڑے پلید رہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے کپڑے پاک رکھنے کا حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴾

"اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں۔" (۷۴/المدثر:۴)

یہود و نصاریٰ کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے جسم اور کپڑوں کی طہارت کا اہتمام نہیں کرتے۔

پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی حسب ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) قضاء حاجت کے دوران پیشاب ختم ہونے سے پہلے ہی جلدی سے اٹھ کھڑا ہونا۔

(۲) دانستہ طور پر ایسی جگہ پیشاب کرنا جہاں سے پیشاب کے چھینٹے اڑ کر جسم اور کپڑوں کو پلید کرتے ہوں۔

(۳) فراغت کے بعد پانی یا ڈھیلوں کو استعمال نہ کرنا بلکہ استنجا کیے بغیر اٹھ کھڑے ہونا۔

بہرحال پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنا ایک سنگین جرم اور کبیرہ گناہ ہے، اس پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

58 چہرے پر مارنا اور نشان لگانا

ہمارے ہاں غصہ کے وقت کسی برخوردار کو سزا دینے کا بڑا عجیب تصور ہے، والد جب اپنے بیٹے کو مارتا ہے یا سکول اور مدرسہ کا استاد اپنے کسی شاگرد کو سزا دیتا ہے تو چہرے پر تھپڑ رسید کرتا ہے، اسی طرح بعض مالک اپنے نوکروں کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے ہیں، اس قسم کی سزا میں دو نقصان ہیں۔

(۱) چہرے کی توہین ہوتی ہے جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت بخشی ہے۔

(۲) چہرے پر مارنے سے آنکھ، کان اور ناک وغیرہ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

حیوانات کے ساتھ بھی یہ برتاؤ کیا جاتا ہے کہ اس کے چہرے کو اس بنا پر آگ سے داغا جاتا ہے کہ مالک اپنے جانور کو پہچان سکے یا اگر جانور گم ہو جائے تو نشانی دیکھ کر مالک کو واپس کیا جا سکے۔

افریقی ممالک مثلاً نائیجیریا وغیرہ میں چہرے پر خاص نشان لگانا ان کی علاقائی پہچان اور قبیلہ کی خاص علامت ہے، بعض علاقوں میں پیدا ہوتے ہی بچے کے چہرے پر دھاری دار آلہ سے جھریاں ڈال دی جاتی ہیں، شریعت مطہرہ میں اس کی ممانعت ہے رسول

اللہ ﷺ نے اس کے متعلق حکم امتناعی جاری فرمایا ہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور چہرے پر آگ سے داغ لگانے کی ممانعت کی ہے۔ (صحیح مسلم، اللباس: ۵۵۵۰)

ایک روایت میں مزید وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک گدھے کے پاس سے گزرے جس کے منہ پر آگ سے نشان لگایا گیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے اسے داغ دیا ہے۔"

(صحیح مسلم حدیث نمبر: ۵۵۵۲)

ابوداود کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ایسے گدھے کے پاس سے گزرے جس کے چہرے پر داغ دیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

"تمہیں یہ بات نہیں پہنچی میں نے اس انسان پر لعنت کی ہے جو کسی حیوان کے چہرے پر داغ لگاتا ہے یا اس کے چہرے پر مارتا ہے۔"

(ابوداود، الجہاد: ۲۵۶۴)

البتہ نشان کے طور پر چہرے کے علاوہ کسی بھی حصہ پر کوئی بھی نشان لگایا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ اونٹوں کی پشت پر نشان لگا رہے تھے جو غنیمت کے طور پر حاصل ہوئے تھے۔

(صحیح مسلم، اللباس: ۵۵۵۴)

بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ صدقہ کے اونٹوں کو داغ لگا رہے تھے۔

(صحیح مسلم، اللباس: ۵۵۵۸)

چہرے پر مارنے کے متعلق بھی سخت وعید ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"کوئی آدمی کسی دوسرے کے چہرے پر تھپڑ نہ مارے۔"

(صحیح مسلم، الادب: ۶۶۵۴)

ایک روایت میں اس ممانعت کی وجہ بایں الفاظ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے، اس لیے چہرے پر مارنے سے گریز کیا جائے۔

(صحیح مسلم، الادب: ۶۶۵۵)

بہر حال انسان کو غصہ کے وقت خود پر کنٹرول کرنا چاہیے، کسی برخوردار، شاگرد یا نوکر کے چہرے پر نہیں مارنا چاہیے۔

(59) علم دین کو دنیوی اغراض کے لیے حاصل کرنا

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''جو شخص ایسا علم حاصل کرتا ہے جس سے اللہ کی رضا اس کا مقصود ہونا چاہیے تھی لیکن وہ اسے دنیاوی اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے حاصل کرتا ہے وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔''

(مسند امام احمد، ص ۳۳۸، ج ۲)

واضح رہے کہ علم دو طرح کے ہیں ایک دینی یعنی کتاب و سنت کی تعلیم حاصل کرنا، اس سے مقصود صرف اشاعت دین ہونا چاہیے، اگر کوئی علم دین کو ملازمت حاصل کرنے کے لیے سیکھتا ہے یا لوگوں میں اپنی شہرت کے لیے پڑھتا ہے تاکہ میں مقبول عام ہو جاؤں ایسا آدمی جنت کی خوشبو سے محروم ہو گا، دوسرا علم دنیوی ہے مثلاً کاروباری یا تعمیراتی علم سیکھنا، اسے دنیاوی اغراض کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس علم کا تعلق ہی دنیا سے ہے، حدیث میں مذکورہ وعید شرعی علم سے متعلق ہے، بعض طلبہ مدارس میں اس لیے تعلیم حاصل کرتے ہیں کہ انہیں سند مل جائے، ایسے طلبا کے لیے کیا حکم ہے؟ یہ ان کی نیت پر موقوف ہے، اگر سند لے کر دنیا کا مفاد حاصل کرنا ہے تو مذکورہ وعید کا حق دار ہو گا اگر سند لے کر لوگوں میں تبلیغ کے مواقع پیدا کرنا ہے کیونکہ دور حاضر میں مستند علما کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، تو مذکورہ وعید ایسے طالب علم پر منطبق نہیں ہو گی۔ بہر حال دینی تعلیم حاصل کرتے وقت طالب علم کا اپنی نیت درست رکھنا بہت ضروری ہے۔

60 کتمان علم

علم حاصل کر کے اسے لوگوں سے چھپانا بھی بہت گھناؤنا جرم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴾

''جو لوگ ہماری نازل کردہ دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جبکہ ہم اسے کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں، ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہوگی۔'' (۲/البقرہ:۱۵۹)

بنیادی طور پر یہ آیت علمائے یہود کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے تورات کے علم کو اپنے حلقہ تک ہی محدود کر رکھا تھا لیکن معنی کے اعتبار سے اس آیت کے مخاطب وہ سب لوگ ہیں جو دینی لحاظ سے معاشرہ میں کچھ مقام رکھتے ہیں اور ان کی اتباع کی جاتی ہے مثلاً علما، پیر و مشائخ، واعظین و خطبا اور مصنفین حضرات وغیرہ ایسے لوگ اگر اللہ تعالیٰ کے احکام اور ہدایات کو چھپائیں تو اس کا نتیجہ چونکہ گمراہی اور فساد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اس بنا پر یہ لوگ بدترین قسم کے مجرم ہیں جو اپنے گناہ کے بوجھ کے علاوہ بے شمار اپنے متبعین کے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر اللہ کے حضور پیش ہوں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس سے علم کی بات پوچھی گئی مگر اس نے اسے چھپا لیا تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔'' (جامع ترمذی، العلم:۲۶۴۹)

ایسے لوگوں کی توبہ یہ ہے کہ کتمان علم سے جو بگاڑ پیدا ہوا ہے اسکی بھی اصلاح کریں اور اپنی غلطی کا لوگوں کے سامنے برملا اعتراف کریں مثلاً ایک مصنف نے احکام الٰہی کی غلط تاویل کر کے اپنے ملحدانہ انکار پر مشتمل ایک کتاب شائع کر دی، اس کی توبہ یہ ہے کہ ملحدانہ انکار کی تردید میں ایک دوسری کتاب شائع کرے اور اپنی غلطی کا برملا اعتراف کرے۔ جب تک وہ پیدا شدہ بگاڑ کی اصلاح نہیں کرے گا اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ ﴾

''البتہ جن لوگوں نے اس کام سے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی اور جو بات چھپائی تھی اس کی وضاحت کر دی تو میں ایسے ہی لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں۔'' (۲/البقرہ:۱۶۰)

بہر حال دینی تعلیم کو چھپانا اور اسے حصول دنیا کے لیے حاصل کرنا سنگین جرم ہے۔

61 خیانت کرنا

کسی امانت میں خیانت کرنا سنگین جرم ہے، قرآن وحدیث میں اس جرم کے ارتکاب پر بہت وعید آئی ہے، امانت میں خیانت کرنا منافق کی علامت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔'' (صحیح بخاری، الایمان:۳۳)

اگرچہ انسان امانت میں خیانت کرنے سے مرتد تو نہیں ہوتا لیکن اس قسم کا عملی نفاق انسان کو منافق کے مشابہ ضرور کر دیتا ہے اور خطرہ رہتا ہے کہ ایسا کرنا اسے اعتقادی نفاق تک نہ پہنچا دے۔ رسول اللہ ﷺ نے امانت کی اہمیت بایں الفاظ بیان فرمائی ہے۔

''جو امانت دار نہیں اس کا ایمان نہیں اور جو وعدہ پورا کرنے والا نہیں اس کا دین نہیں۔'' (مسند امام احمد، ص۱۳۵، ج۳)

خیانت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ ﴾

''اے ایمان والو! دیدہ دانستہ اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ ہی تم

آپس کی امانتوں میں خیانت کرو۔" (۸/الانفال:۲۷)

امانتوں میں خیانت کا دائرہ بہت وسیع ہے، امانتوں سے مراد وہ تمام ذمہ داریاں ہیں جو کسی انسان پر عائد کی گئی ہوں مثلاً اللہ سے انسان کا عہد، عہد میثاق بھی ہے جسے پورا کرنا انسان کی ذمہ داری ہے اور وہ عہد بھی جو انسان ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ سے باندھتا ہے جیسا کہ نذر و نیاز اور منت کا پورا کرنا ہے، اگر انہیں پورا نہیں کرے گا تو اسے امانت میں خیانت کا مرتکب قرار دیا جائے گا۔ اللہ کے رسول سے خیانت یہ ہے کہ جن باتوں پر کسی مسلمان نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے ان میں فرار کی راہیں سوچنے لگے اور آئے دن بیعت کو توڑنے کا مرتکب ہو، اسی طرح کچھ معاہدے لوگوں سے ہوتے ہیں، ان کی کئی اقسام ہیں، مثلاً صلح و جنگ کے معاہدے، نکاح کا پیمان، لین دین کا معاملہ، خرید و فروخت کی ذمہ داری، پھر انسان پر اس کے منصب کے اعتبار سے طرح طرح کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، الغرض اس آیت کریمہ میں انسان کی پوری زندگی آ جاتی ہے، انسان کو اپنی زندگی کے ہر واقعہ کے وقت متنبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ کسی حال میں بھی خیانت کا مرتکب نہ ہو۔ بہر حال اس آیت میں بندہ مسلم کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ کسی حالت میں بھی امانت میں خیانت نہ کرے۔

علامہ واحدی نے مذکورہ آیت کا پس منظر بایں الفاظ بیان کیا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا جبکہ وہ محصور تھے، اس کے بیوی بچے بھی یہودیوں کے ہاں رہائش رکھے ہوئے تھے، یہودیوں نے ان سے دریافت کیا اے ابولبابہ! اگر ہم سعد کے فیصلے پر قلعے سے نیچے اتر آئیں اور ان کے فیصلے کو قبول کر لیں تو تمہاری اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا، یعنی تمہیں ذبح کر دیا جائے گا، ایسا مت کرنا، انہیں اس قسم کا اشارہ کرنا اللہ اور اس کے رسول کی خیانت تھی اس وقت حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں اپنی جگہ پر کھڑا رہوں گا تا آنکہ مجھے پتہ

چل گیا کہ واقعی میں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔" (تفسیر در منثور، ص ۳۲۳، ج ۳)

خیانت کی مندرجہ ذیل اقسام قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہیں:

☆ کسی کے مال اور اس کی رقم میں خیانت کرنا۔
☆ کسی کے راز افشاں کرنا۔
☆ خاوند بیوی ایک دوسرے کی باتیں دوسروں کو بتائیں جن پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈالا ہے۔
☆ اپنے منصب اور عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھانا بھی بدترین قسم کی خیانت ہے۔
☆ اپنی اولاد اور تلامذہ کی صحیح تربیت سے پہلو تہی بھی خیانت ہے۔

الغرض خیانت کئی طرح کی ہوتی ہے اور اس کی ہر قسم ہی بری اور قبیح ہے اور کچھ خیانتیں ایسی ہیں جو دوسری اقسام سے زیادہ سنگین ہیں مثلاً جو شخص آپ کے مال کی خیانت کرتا ہے وہ اس شخص کی طرح مجرم نہیں جو آپ کی بیوی اور عزت و آبرو پر ہاتھ ڈالتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے امانت کی اہمیت اور خیانت کی سنگینی کو بڑے احسن انداز میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے تجھے امانت دار خیال کر کے اپنی امانت تیرے حوالے کی ہے تم اسے بروقت ادا کرو اور جس نے تیری خیانت کی ہے تو اس کی خیانت نہ کر۔" (سنن ترمذی، الادب: ۱۲۶۴)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ میں دو شراکت داروں میں تیسرا بن کر داخل ہو جاتا ہوں جب تک ان میں سے کوئی ساتھی دوسرے کی خیانت نہ کرے۔"

(ابوداود، الادب: ۳۳۸۳)

رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ اہل جہنم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"وہ شخص بھی جہنمی ہے جو طمع اور لالچ کا پتلا ہو وہ ہر معمولی چیز میں خیانت کا عادی ہوتا ہے۔" (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۸۶۵)

یہ بات بلا جھجک کہی جا سکتی ہے کہ خیانت کار انسان آخر کار ہدایت اور نور سے محروم ہو کر ذلت ورسوائی میں پھنس جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآىِٕنِیْنَ۝ ﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ خیانت پیشہ انسان کی تدبیر کو کارگر نہیں ہونے دیتا۔"

(۱۲/ یوسف:۵۲)

واضح رہے کہ "اللہ تعالیٰ قرب قیامت کے وقت سب سے پہلے لوگوں کے دلوں سے اس امانت کو اٹھائیں گے، پھر قیامت خیانت پیشہ لوگوں پر قائم ہوگی۔" (الاحادیث الصحیحہ:۱۷۳۹)

اللہ نے ہمیں امانتوں کو صحیح طور پر ادا کرنے کا حکم دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ ﴾

"اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جو لوگ امانتوں کے حقدار ہیں انہیں یہ امانتیں ادا کرو۔" (۴/ النساء:۵۸)

اس آیت کریمہ کے کئی ایک مفہوم مفسرین نے بیان کیے ہیں مثلاً:

☆ جس کسی نے تمہارے پاس کوئی امانت رکھی ہے اسی کو اس کی امانت ادا کرو یعنی زید کی امانت بکر کے حوالے مت کرو۔

☆ حکومت کے ذمہ دارانہ مناصب انہی کے حوالے کرو جو ان مناصب کے اہل ہوں، نااہل، بے ایمان اور بددیانت لوگوں کو کوئی عہدہ نہ دیا جائے کیونکہ خیانت پیشہ لوگوں کی حکومت سے ساری قوم کی اخلاقی حالت تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔

☆ انسانوں کے ذمہ جو حقوق ہیں انہیں صحیح طور پر ادا کیا جائے خواہ وہ حقوق اللہ کے ہوں یا اس کے بندوں کے انہیں بجا لانا چاہیے کیونکہ ان کی عدم ادائیگی سے فساد برپا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں امانتوں کو صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق دے اور ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ آمین

(62) احسان جتلانا

کسی کے ساتھ نیکی کر کے احسان جتلانا بھی کبیرہ گناہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑے سخت انداز میں منع فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ ﴾

"اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور دکھ پہنچا کر ضائع مت کرو جیسے وہ شخص ضائع کرتا ہے جو اپنا مال لوگوں کو دکھلانے کے لیے خرچ کرتا ہے۔" (۲/البقرہ:۲۶۴)

اس آیت کے مطابق صدقہ کرنے کے بعد جب احسان جتلایا جائے گا تو جسے صدقہ دیا گیا ہے اسے تکلیف ہوگی۔ اس بنا پر فرمایا کہ احسان جتلا کر اپنے صدقات ضائع نہ کرو، اس کے برعکس جو لوگ احسان جتلانے سے گریز کرتے ہیں ان کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اپنے ہاں اجر و ثواب کے ثابت ہونے کی خوشخبری دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى ۙ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ ﴾

"جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ دکھ دیتے ہیں، ان کا اجر ان کے پروردگار کے پاس ہے، ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

(۲/البقرہ:۲۶۲)

رسول اللہ ﷺ نے اس کی مزید وضاحت فرمائی ہے، فرمان نبوی ہے:

"تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ کلام کرے گا اور

نہ ان کی طرف نظر رحمت کرے گا، اور نہ ہی ان کو پاک قرار دے گا، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، ایک احسان جتلانے والا، دوسرا تہبند لٹکانے والا اور تیسرا جھوٹی قسم اٹھا کر اپنا مال فروخت کرنے والا۔"

(صحیح مسلم، الایمان:۱۰۶)

ایک دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے، ایک اپنے والدین کا نافرمان، دوسرا شراب کا رسیا اور تیسرا احسان جتلانے والا۔"

(مسند امام احمد، ص ۲۰۱، ج ۲)

محدثین نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ جن اعمال کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ فرمائیں کہ ان کے مرتکبین سے قیامت کے دن وہ ہم کلام نہیں ہوگا یا نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا یا انہیں پاکیزہ قرار نہیں دے گا تو ایسے افعال کبیرہ گناہ ہوتے ہیں گویا صدقہ کرنے کے بعد احسان جتلانے والا نہ صرف اپنا صدقہ ضائع کر بیٹھتا ہے بلکہ وہ ایک کبیرہ گناہ کا بوجھ بھی اپنے سر پر لا دلیتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

(63) تقدیر کی تکذیب کرنے والا

جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اور جواب ہو رہا ہے نیز آئندہ جو ہوگا وہ تمام اللہ کے علم اور فیصلے کے مطابق ہے، اس کے خلاف عقیدہ رکھنا یا اس کی تکذیب کرنا کبیرہ گناہ ہے چنانچہ حدیث میں ہے

"اگر تو احد پہاڑ کے برابر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سونا خرچ کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اسے قبول نہیں کرے گا جب تک تو تقدیر پر ایمان نہ لائے اور یہ یقین نہ کر لے کہ جو کچھ تجھے مل گیا وہ کسی صورت میں تجھ سے دور نہیں ہو سکتا تھا اور جو کچھ نہیں ملا وہ کسی صورت میں نہیں مل سکتا تھا اگر (تقدیر کے) اس عقیدہ کو تسلیم کیے بغیر تو مر گیا تو تجھے ضرور آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔" (سنن ابی داود، السنۃ:۴۶۹۹)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''والدین کا نافرمان، شراب کا رسیا اور تقدیر کی تکذیب کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (مسند امام احمد، ص ۴۴۱، ج ۶)

تقدیر کے متعلق ہمارا ایمان درج ذیل حدیث کے مطابق ہونا چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے ابن عباس! اگر تمام امت تجھے کوئی نفع پہنچانے پر اتفاق کرلے تو صرف وہی نفع پہنچا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے حق میں لکھ دیا ہے اور اس کے برعکس اگر تمام لوگ تجھے کوئی نقصان پہنچانے پر متفق ہو جائیں تو تجھے اسی قدر نقصان پہنچا سکیں گے جسے اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ رکھا ہے تقدیر لکھنے والے قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور تقدیر کے صحیفے بھی خشک ہو چکے ہیں۔'' (مسند امام احمد، ص ۲۹۳ ج ۱)

الغرض اللہ کی تقدیر پر ایمان لانا انتہائی ضروری ہے اور اس کے برعکس عقیدہ رکھنا یا اس کی تکذیب کرنا باعث ہلاکت ہے، قیامت کے دن ایسے لوگ اللہ کی طرف سے سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تقدیر پر مستحکم ایمان رکھنے کی توفیق دے اور اسے جھٹلانے سے محفوظ رکھے۔ آمین

64 جاسوسی کرنا

کسی کو ذلیل وخوار کرنے کے لیے اس کے عیوب تلاش کرنا اور کسی کی اخلاقی کمزوری پر مطلع ہونے کے لیے ٹوہ لگانا بھی بہت بڑا جرم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَجَسَّسُوْا ﴾

''تم کسی کے راز نہ ٹٹولا کرو۔'' (۴۹/الحجرات:۱۲)

عربی زبان میں تجسس کا معنی ایک دوسرے کے عیب تلاش کرنا اور حالات و

معاملات کی ٹوہ لگانا ہے، یہ حرکت خواہ بدگمانی کی وجہ سے کی جائے یا کسی کو گزند پہنچانے کی نیت سے کی جائے بہر حال یہ ممنوع ہے کیونکہ ایک مسلمان کا کام نہیں ہے کہ وہ دوسروں کے جن حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے، ان کی کھوج اور کرید کرے۔ نیز پردے کے پیچھے جھانک کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ کس میں کیا عیب ہے اور کس کی کونسی کمزوری چھپی ہوئی ہے، لوگوں کے پرائیویٹ خطوط پڑھنا، ہمسایوں کے گھر میں جھانکنا، مختلف طریقوں سے دوسروں کی خانگی زندگی یا ان کے ذاتی معاملات کی ٹوہ لگانا اور دو آدمیوں کی باتیں کان لگا کر سننا ایک بڑی بداخلاقی ہے جس سے طرح طرح کے فساد رونما ہوتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''مسلمانو! بدگمانی سے اجتناب کرو، کیونکہ بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے، ایک دوسرے کے عیوب تلاش نہ کرو اور نہ ہی جاسوسی کیا کرو۔''

(صحیح بخاری، الادب: ٦٠٦٦)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص دوسروں کی بات سننے کے لیے کان لگائے جبکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں یا اس سے بدکتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔'' (صحیح بخاری، التعبیر: ٧٠٤٢)

واضح رہے کہ تجسس کی ممانعت کا حکم صرف افراد ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ اسلامی حکومت کے لیے بھی ہے، شریعت کا قطعاً یہ منشا نہیں ہے کہ وہ جاسوسی کا ایک نظام قائم کر کے لوگوں کی چھپی ہوئی برائیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے اور پھر انہیں سزا دے، اسلامی حکومت کو صرف ان برائیوں کے خلاف طاقت استعمال کرنے کی اجازت ہے جو ظاہر ہو جائیں، مخفی برائیوں کے سدباب کے لیے جاسوسی نہیں بلکہ ذہن سازی ہے جو وعظ و نصیحت، تعلیم و تلقین، عوام کی اجتماعی تربیت اور ایک پاکیزہ معاشرتی ماحول پیدا کرنے سے ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر مخصوص حالات کے پیش نظر تجسس کی ضرورت ہو تو بامر مجبوری اسے گوارا کیا جا سکتا ہے مثلاً کسی شخص یا گروہ کے متعلق کچھ بگاڑ کی علامتیں ظاہر ہوں، جن کے پیش نظر اندیشہ ہو کر وہ

کسی جرم کا ارتکاب کرنے والا ہے تو ایسے حالات میں حکومت اس کی خفیہ طور پر تحقیق کر سکتی ہے یا کسی کے ساتھ شادی یا کاروباری معاملہ کرنے کے لیے حالات کی پوشیدہ طور پر تحقیق کی جا سکتی ہے، لیکن اس کے لیے باقاعدہ محکمہ قائم کرنا ایک اسلامی حکومت کا کام نہیں ہے۔

65 غیبت کرنا

اکثر و بیشتر ہماری محفلوں میں دوسروں کی غیبت کرنا خوش طبعی کا ذریعہ ہے حالانکہ یہ ایک ایسا ناپسندیدہ فعل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے بہت نفرت دلائی ہے اور ایک بھیانک صورت کے ساتھ اس کی تشبیہ دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ﴾

''تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ یقیناً تمہیں اس سے نفرت ہوگی۔''

(۴۹/الحجرات:۱۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کو مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دے کر اس فعل کے سنگین اور گھناؤنا ہونے کا تصور دلایا ہے، کیونکہ مردار کا گوشت کھانا بجائے خود قابل نفرت ہے چہ جائیکہ وہ گوشت کسی جانور کا نہیں بلکہ انسان کا ہو اور انسان بھی کوئی اور نہیں خود اپنا بھائی ہو پھر اس تشبیہ کو سوالیہ انداز میں پیش کر کے اور بھی زیادہ مؤثر بنا دیا گیا ہے، تاکہ ہر انسان اپنے ضمیر سے پوچھ کر خود فیصلہ کرے کہ آیا وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے لیے تیار ہے؟ اگر نہیں تو پھر اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت پر حملہ آور کیوں ہوتا ہے جہاں وہ اپنی مدافعت نہیں کر سکتا؟ غیبت کی تعریف یہ ہے کہ آدمی کسی شخص کی پیٹھ کے پیچھے اس کے متعلق ایسی بات کہے جو اگر اسے معلوم ہو تو اس کو ناگوار گزرے یہ تعریف خود رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غیبت کا مفہوم سمجھانے کے لیے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سے دریافت کیا کہ

''تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ''غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرے جو اسے ناگوار ہو۔'' عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات پائی جاتی ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو اس صورت میں آپ ﷺ کا کیا خیال ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر وہ ناپسندیدہ باتیں اس میں موجود ہوں تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ باتیں اس میں موجود ہی نہیں تو اس پر تو نے بہتان طرازی کی ہے۔'' (صحیح مسلم، البر: ۶۵۹۳)

اس ارشاد نبوی ﷺ سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے خلاف اس کے پیچھے جھوٹا الزام لگانا بہتان ہے اور اس کے واقعی عیوب کو بیان کرنا غیبت کے زمرہ میں آتا ہے، غیبت کا فعل خواہ صریح الفاظ میں کیا جائے یا اشارہ کنایہ میں بہرصورت حرام اور ناجائز ہے، اسی طرح یہ فعل خواہ آدمی کی زندگی میں کیا جائے یا اس کے مرنے کے بعد، دونوں صورتوں میں اس کی حرمت یکساں ہے، ہمیں اس سے اجتناب کرنا چاہیے، ہاں اس حرمت سے مستثنیٰ صرف وہ صورتیں ہیں جن میں کسی شخص کی پیٹھ کے پیچھے یا اس کے مرنے کے بعد اس کی برائی بیان کرنے میں کوئی ایسی ضرورت لاحق ہو اور وہ ضرورت غیبت کے بغیر پوری نہ ہو سکتی ہو اور اس کے لیے اگر غیبت نہ کی جائے تو غیبت کی بہ نسبت زیادہ بڑی برائی لازم آتی ہو۔ ان حالات میں غیبت بقدر ضرورت جائز ہے بشرطیکہ وہ ضرورت شریعت کی نظر میں صحیح ہو چنانچہ علمائے امت نے غیبت کی مندرجہ ذیل صورتوں کو جائز قرار دیا ہے۔

☆ ظالم کے خلاف مظلوم کی شکایت پر اس شخص کے سامنے کی جا سکتی ہے جس سے توقع ہو کہ وہ ظلم کو رفع کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ کر سکتا ہو۔

☆ اصلاح کی نیت سے کسی شخص یا گروہ کی برائیوں کا ذکر ایسے لوگوں کے سامنے کرنا جن سے یہ امید ہو کہ وہ ان برائیوں کو دور کرنے کے لیے کچھ کر سکیں گے۔

☆ فتویٰ لینے کے لیے کسی مفتی کے سامنے صورت واقعہ بیان کرنا جس میں کسی شخص کے

ساتھ ناروا سلوک یا غلط رویہ کا ذکر آ جائے۔

☆ لوگوں کو کسی شخص یا گروہ کے شر سے خبردار کرنا تاکہ وہ نقصان سے بچ سکیں مثلاً راویوں، گواہوں کی کمزوریاں بیان کرنا تاکہ غلط روایتوں اور بے انصافی کا سدباب ہو سکے۔

☆ ایسے لوگوں کے خلاف علی الاعلان آواز بلند کرنا اور ان کی برائیوں پر تنقید کرنا جو فسق و فجور پھیلا رہے ہوں یا بدعات کو رواج دے رہے ہوں یا بے حیائی کی اشاعت کر رہے ہوں۔

☆ جو لوگ کسی برے لقب سے اس قدر مشہور ہو چکے ہوں کہ وہ لقب ان کی شناخت بن چکا ہو اور وہ اس کے بغیر پہنچانے نہ جا سکتے ہوں، ایسے لوگوں کے لیے وہ لقب تنقیص کے لیے نہیں بلکہ بغرض تعریف ہو۔

مذکورہ صورتوں کے علاوہ پیٹھ پیچھے کسی کی بدگوئی کرنا قطعاً حرام ہے یہ بدگوئی اگر سچی ہے تو غیبت، جھوٹی ہو تو بہتان اور اگر دو آدمیوں کو لڑانے کے لیے ہے تو چغلی، شریعت ان تینوں چیزوں کو حرام کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چغل خور کی مذمت کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ ۝﴾

''آپ کسی صورت میں ایسے شخص کا کہنا مانیں جو زیادہ قسمیں اٹھانے والا، بے وقوف، کمینہ، عیب گو اور چغل خور ہو۔'' (۶۸/ القلم: ۱۰۔۱۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہو گا۔'' (صحیح بخاری، الادب: ۶۰۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبر والوں کے متعلق فرمایا کہ

''انہیں عذاب دیا جا رہا ہے کیونکہ ان میں سے ایک پیشاب سے اجتناب نہیں کرتا تھا جبکہ دوسرا چغل خوری کا عادی تھا۔'' (صحیح بخاری، الوضو: ۲۱۶)

چغلی کی انتہائی گھٹیا صورت یہ بھی ہے کہ شوہر کو بیوی کے خلاف اور بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکایا جائے تاکہ ان کے باہمی تعلقات کشیدہ ہوں نیز کسی دفتر یا ادارہ میں ایک

ملازم کی مدیر یا ذمہ دار کے سامنے بایں طور شکایت کرنا کہ اسے نقصان پہنچایا جائے، اس کی اصلاح قطعاً مقصود نہ ہو یہ بھی چغلی کی بدترین صورت ہے جس سے شریعت نے منع فرمایا، اسلامی معاشرہ میں ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ اگر اس کے سامنے کسی کی غیبت یا چغلی کی جا رہی ہو تو اسے خاموشی سے سننے کی بجائے اس کی تردید کی جائے اور غیبت کرنے والے کو اس سے منع کیا جائے۔

66 غداری کرنا

خالق یا مخلوق کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیان کو دیدہ دانستہ سبوتاژ کرنا غداری ہے، شریعت کی نظر میں یہ ایک کبیرہ گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝ ﴾

"اپنے عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے متعلق قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔"

(۱۷/بنی اسرائیل:۳۴)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ

"جو اپنے عہد کو پورا نہیں کرتا اس کے دین کا کوئی اعتبار نہیں۔"

(مسند امام احمد، ص ۱۳۵، ج ۳)

حدیث قدسی ہے:

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تین شخص ایسے ہیں جن کے خلاف میں خود جھگڑوں گا ان میں سے ایک وہ جس نے میرا نام لے کر کسی سے عہد و پیان کیا پھر اس کی پاسداری نہ کرتے ہوئے غداری کر ڈالی۔"

(مسند امام احمد، ص ۳۴۲، ج ۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"غداری کرنے والے کی پشت پر ایک جھنڈا لگایا جائے گا اور اس کے متعلق برسر عام اعلان کیا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں غدار ہے۔"

(صحیح بخاری، الجزیہ: ۳۱۸۶)

بہر حال غداری کرنا وعدہ خلافی کی ایک قسم ہے اور اس قسم کی وعدہ خلافی کو شریعت نے علامات نفاق سے شمار کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔'' (صحیح بخاری، الادب: ۶۰۹۵)

ایک سلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے عہد کا پاس کرتے ہوئے اسے نبھانے کی کوشش کرے۔

(67) لعنت کرنا

کسی مسلمان پر بلاوجہ لعنت کرنا بھی بہت بڑا جرم ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کی سنگینی بایں الفاظ بیان کی ہے کہ

''جس نے کسی مسلمان پر لعنت بھیجی تو یہ اس کے قتل کے برابر ہے۔''
(صحیح بخاری، الادب: ۶۰۴۸)

رسول اللہ ﷺ نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ

''جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت سیدھی آسمان کی طرف چڑھتی ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف گرتی ہے تو اس کے لیے زمین کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں پھر دائیں بائیں چکر لگاتی ہے جب اسے کوئی راستہ نہیں ملتا تو وہ جس پر لعنت کی گئی ہو اس کی طرف لوٹتی ہے اگر وہ اس کا مستحق ہو تو ٹھیک بصورت دیگر وہ کہنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔''

(ابوداود، الادب: ۴۹۰۵)

اکثر طور پر اس بات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ انسان جب غصہ میں آتا ہے تو اپنی زبان پر کنٹرول نہیں رکھ سکتا اور جلدی میں کسی دوسرے انسان، جانور بسا اوقات خود اپنے آپ کو یا اپنی اولاد کو لعن طعن کرتا ہے اس کے علاوہ خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو یا اپنی اولاد وغیرہ کو لعنت کرتی ہے حالانکہ اس طرح لعنت کرنا خطرناک حد تک برا ہے چونکہ لعن طعن کرنا

زیادہ تر عورتوں کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''عورتوں کے کثرت کے ساتھ جہنم میں جانے کا سبب بھی ان کی یہی لعن طعن ہے۔'' (صحیح بخاری، کتاب الادب)

رسول اللہ نے فرمایا کہ

''زیادہ لعنتیں کرنے والے قیامت کے دن سفارشی اور گواہ نہیں بن سکیں گے۔'' (صحیح بخاری، البر: ۶۶۱۰)

68 تصویر کشی

انسانوں اور جانوروں میں کسی جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے، تصویر خواہ مجسمہ کی شکل میں ہو یا کسی کپڑے اور کاغذات پر پرنٹ ہو، اسے ہاتھ سے بنایا گیا ہو یا کیمرہ سے، کسی چیز پر کھدائی کے ذریعے بنائی گئی ہو یا نقش سے کندہ کی گئی ہو ہر حالت میں تصویر حرام اور ناجائز ہے رسول اللہ ﷺ نے تصویر کشی کی سنگینی بایں الفاظ بیان کی ہے:

''یقیناً ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جن کو تم نے بنایا انہیں زندگی بھی عطا کرو۔''

(صحیح بخاری، اللباس: ۵۹۵۱)

نیز حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اس طرح پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جس طرح میں پیدا کرتا ہوں، یہ بھی ذرا میری طرح اناج کا دانہ اگا کر دکھائیں، یہ بھی ذرا چیونٹی پیدا کر کے دکھائیں۔'' (صحیح بخاری، التوحید: ۷۵۵۹)

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی شکل وصورت بنائی، فوٹو گرافر بھی تصویر کشی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نقل اتارنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی عاجزی اور درماندگی بیان فرمائی ہے کہ یہ مصور حضرات حیوانات میں سے ایک چھوٹی سی چیونٹی اور نباتات میں چھوٹا سا دانہ نہیں بنا سکتے۔

ایک حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے تصویر کشی کرنے والے پر لعنت کی ہے

جیسا کہ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری، اللباس:۵۹۶۲)
بلکہ جس گھر میں تصویر ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جہاں کتا یا تصویر ہو۔''
(صحیح بخاری، اللباس:۵۹۴۹)

اس دور میں کچھ لوگوں نے فوٹو گرافی کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے جبکہ اس کے متعلق سخت ممانعت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ ہاتھ سے فنکاری میرا ذریعہ معاش ہے، میں یہ تصویریں بناتا ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سناتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''جو انسان تصویر کشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک عذاب میں مبتلا رکھے گا جب تک وہ اپنی بنائی ہوئی تصویر میں روح نہ پھونک دے حالانکہ وہ کبھی بھی روح نہیں پھونک سکے گا۔''

وہ آدمی اس سخت وعید کو سن کر کانپ اٹھا اور اس کا رنگ فق ہو گیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تو ایسی چیزوں کی تصویریں بناؤ جس میں روح نہیں ہوتی۔ (صحیح بخاری، البیوع:۲۲۲۵)

بہرحال تصویر بنانا اور شوقیہ طور پر اسے اپنے پاس رکھنا بہت بڑا جرم ہے، ہمیں اس سے پرہیز کرنا چاہیے، البتہ بعض تصاویر دور حاضر کی ضرورت بن چکی ہیں مثلاً پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ، ان کی حفاظت میں چنداں حرج نہیں ہے۔ واللہ اعلم.

(69) نوحہ کرنا

مصیبت و پریشانی کے وقت نوحہ کرنا، رخسار پیٹنا، کپڑے پھاڑنا، یا جاہلیت کے کلمات زبان پر لانا بھی کبیرہ گناہوں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کاموں سے منع فرمایا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو کسی کی موت پر اپنے رخسار پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی

باتیں زبان پر لائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' (صحیح بخاری، الجنائز:۱۲۴۹)

رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے کو زمانہ جاہلیت کی یادگار قرار دیا ہے چنانچہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری امت میں دور جاہلیت کے چار کام باقی رہیں گے لوگ انہیں ترک نہیں کریں گے۔(۱) خاندانی فخر کرنا۔(۲) نسب میں طعنہ زنی کرنا۔(۳) ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا۔(۴) نوحہ کرنا'' نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ'' نوحہ کرنے والی عورت اگر توبہ کیے بغیر دنیا سے رخصت ہوئی تو قیامت کے دن اسے اس حالت میں کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر گندھک کی قمیض اور خارش والا کرتہ ہوگا۔'' (صحیح مسلم، الجنائز:۲۱۶۰)

دراصل مصیبت کے وقت چیخنا، چلانا اور اپنے کپڑے پھاڑنا اللہ کے فیصلے پر عدم رضا اور مصیبت پر عدم صبر کی علامت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ایسے کام کرنے پر لعنت فرمائی ہے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مصیبت کے وقت چہرہ نوچنے والی، دامن پھاڑنے والی، نیز بربادی اور موت کو پکارنے والی پر اللہ تعالیٰ نے لعنت برسائی ہے۔''

(ابن ماجہ، الجنائز:۱۵۸۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بیمار ہو گئے تو ان کی بیوی نے چیخ و پکار کرنا شروع کر دیا، جب انہیں ہوش آیا تو اپنی بیوی سے فرمایا کہ میں ہر اس شخص سے بری ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ نے اظہار براءت کیا ہے پھر انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں اس شخص سے بری ہوں جو مصیبت کے وقت اپنا سر مونڈتا ہے، اپنے رخسار پیٹتا ہے اور اپنے کپڑے پھاڑتا ہے۔'' (ابن ماجہ، الجنائز:۱۵۸۶)

ان احادیث کے پیش نظر ہمیں چاہیے کہ مصیبت کے وقت اللہ کے فیصلے پر راضی رہیں اور کسی قسم کا حرف شکایت زبان پر نہ لائیں، بلکہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں، اس سے اللہ کے ہاں اجر و ثواب کی امید کی جا سکتی ہے۔

(70) بغاوت وسرکشی کرنا

کسی انسان پر ناحق، بلاوجہ زیادتی کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے، اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾

"ہلاکت کے حقدار تو وہ لوگ ہیں جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔"

(۴۲/الشوریٰ:۴۲)

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ انسان کو عاجزی اختیار کرنا چاہیے کسی پر فخر اور زیادتی نہیں کرنی چاہیے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی یہ پیغام دیا ہے کہ تم آپس میں وضعداری سے کام لو، کوئی انسان دوسرے پر زیادتی نہ کرے اور نہ ہی کوئی دوسرے سے فخر کرے۔" (ابوداود، الادب:۴۸۹۵)

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَأَمَّا مَن طَغَىٰ ۝ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝ ﴾

"جس شخص نے سرکشی کی اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دی، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔" (۷۹/النازعات:۳۷-۳۹)

رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"کوئی گناہ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں اس کی سزا جلدی دے دے اور اس کے ساتھ آخرت میں بھی اس کی سزا برقرار رہے، البتہ بغاوت اور قطع رحمی کے لیے یہ سزا ضرور برقرار رکھی جاتی ہے۔" (ابوداود، الادب:۴۹۰۲)

ان آیات واحادیث کے پیش نظر ہمیں چاہیے کہ ہم دوسرے انسانوں سے ہمدردی

کے ساتھ پیش آئیں، ان سے کسی قسم کی بدسلوکی یا زیادتی نہ کریں، قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل پر بغاوت کا رویہ اختیار کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس جرم کی پاداش میں اسے زمین میں دھنسا دیا پھر اس کے متعلق فرمایا:

﴿ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ﴾

''پھر ہم نے قارون اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے حامیوں کی کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتی اور نہ ہی وہ انتقام لینے والوں سے تھا۔'' (۲۸/القصص:۸۱)

(71) ظلم وزیادتی کرنا

کمزوروں پر دست درازی اور انہیں اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنانا بھی سنگین جرم ہے ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴾

''ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس قسم کے انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔'' (۲۶/الشعراء:۲۲۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''دنیا میں کیا ہوا معمولی سا ظلم قیامت کے دن کئی ایک اندھیروں کا پیش خیمہ ہوگا۔'' (صحیح بخاری، المظالم:۲۴۴۸)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ اپنے غلام کو چابک سے پیٹ رہا تھا کہ مجھے پیچھے سے آواز آئی کہ اے ابو مسعود! اللہ تعالیٰ کو تجھ پر اس قدر اختیار ہے کہ تجھے اپنے مملوک پر اتنا اختیار نہیں ہے، میں نے پلٹ کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تھی، چنانچہ آپ کی ہیبت کی وجہ سے میرا چابک نیچے گر گیا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ غلام اللہ کے لیے آزاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اگر تو ایسا نہ کرتا تو قیامت کے دن آگ سے تیری خاطر تواضع کی جاتی۔“

(ابوداود، الادب:٥١٥٩)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں بلاوجہ دوسروں کو سزا دیتے ہیں۔“ (مسند امام احمد، ص ۶۱، ج ۲)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی زیادتی کو بایں الفاظ میں بیان کیا ہے:

”میری امت کا مفلس وہ انسان ہوگا جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ لے کر آئے گا لیکن ان نیکیوں کے ساتھ ساتھ وہ مختلف جرائم کا بھی مرتکب ہوا ہوگا یعنی کسی کو گالی دی، کسی پر بہتان باندھا، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا اور کسی کو مارا پیٹا چنانچہ ان مظلوموں کو ظالم کی نیکیاں تقسیم کر دی جائیں گی، اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور اس کے ذمے لوگوں کے حقوق ابھی باقی رہے تو مظلوموں کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے بالآخر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“ (صحیح مسلم، البر والصلہ :٢٥٨١)

ہمیں چاہیے کہ دوسروں پر ظلم و زیادتی نہ کریں بصورت دیگر قیامت کے دن سخت عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

72 پڑوسی کو تکلیف دینا

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمیں اپنے پڑوسیوں سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴾

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، رشتے داروں، یتیموں اور مسکینوں سے اچھا برتاؤ کرو، ان کے علاوہ رشتہ دار، ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ نیز پہلو کے ساتھی، مسافر اور ماتحت نوکروں سے بھی اچھا سلوک کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی بھگارنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (۴/النسآء:۳۶)

پڑوسی کا حق عظیم ہونے کی وجہ سے اسے اذیت پہنچانا بھی اسی نسبت سے حرام ہے حضرت ابوشریح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! وہ شخص ایماندار نہیں ہو سکتا، اللہ کی قسم! وہ شخص ایماندار نہیں ہو سکتا، اللہ کی قسم! وہ شخص ایماندار نہیں ہو سکتا۔'' عرض کیا کون یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں۔''

(صحیح بخاری، الادب:۶۰۱۶)

رسول اللہ ﷺ نے پڑوسی کی گواہی کو کسی کی اچھائی یا برائی معلوم کرنے کا پیمانہ قرار دیا ہے، چنانچہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اپنی اچھائی یا برائی کا کیسے پتہ چلے تو فرمایا:

''اگر تو اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنے کہ تو نے اچھا کیا تو سمجھ لو کہ تو نے اچھا کیا ہے اور اگر تیرے پڑوسی کہیں کہ تو نے برا کیا تو جان لے کہ تو نے برا ہی کیا ہے۔'' (مسند امام احمد، ص ۴۰۲، ج۱)

بہر حال پڑوسیوں کو تکلیف دینا بہت سنگین جرم ہے۔ اس کی متعدد صورتیں ہمارے ہاں رائج ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ انہیں خوش رکھنے کی کوشش کریں اور انہیں اذیت دینے سے اجتناب کریں۔

73 مسلمان کی ایذا رسانی

کسی مسلمان کو بلاوجہ تکلیف دینا حرام ہے، اس تکلیف کی متعدد انواع ہیں مثلاً: زبان سے تکلیف دینا یعنی برا بھلا کہنا، گالی گلوچ دینا، اس کی عیب جوئی اور غیبت کرنا، اسی

طرح اپنے کردار سے تکلیف دینا یعنی بلاوجہ مارنا، پیٹنا اور پڑوسی کا کسی بھی طرح سے ناک میں دم کرنا وغیرہ۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

(صحیح بخاری، الایمان:۱۰)

اس حدیث کی روشنی میں ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ کہیں ہاتھ اور زبان سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف تو نہیں پہنچ رہی کیونکہ کسی مسلمان کو بلاوجہ تکلیف دینا بہت سنگین جرم ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾

''جو لوگ مؤمن مردوں اور عورتوں کو ان کے قصور کے بغیر دکھ پہنچاتے ہیں، تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بار اٹھالیا۔'' (۳۳/الاحزاب:۵۸)

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مدینہ طیبہ میں مسلمان خواتین رات کو رفع حاجت کے لیے باہر نکلتیں تو کچھ اوباش لونڈے اور منافق قسم کے لوگ ان سے بے ہودہ قسم کی گفتگو اور چھیڑ چھاڑ کرتے اور کچھ ایسے بھی تھے جو ازواج مطہرات کے متعلق بدگوئی کرتے اور ان پر گھناؤنے الزام تراشتے، اس قسم کے لوگ جہاں بھی ہوں اور جس دور میں ہوں تہمت تراش اور بدترین قسم کے مجرم ہیں اس آیت کریمہ میں ''قصور کے بغیر'' کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی کو اس کے قصور کی سزا دی جائے تو وہ اس آیت کی زد میں نہیں آتا جیسا کہ زنا کار کو کوڑے لگانا یا رجم کرنا اسی طرح چور کے ہاتھ کاٹنا وغیرہ۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ ﴾

''اور تم میں سے جو مرد اس فعل بد کا باہمی ارتکاب کریں انہیں ایذا دو پھر اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔''

(۴/النسآء:۱۶)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو اس کے قصور کی وجہ سے سزا دی جائے تو ایسا کرنا قابل مواخذہ نہیں ہے۔ بہر حال بلا وجہ کسی مسلمان کو جسمانی یا ذہنی تکلیف دینا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اسے رسوا نہیں کرتا اور نہ ہی اسے حقیر خیال کرتا ہے، انسان کے لیے اتنی شرارت (جہنم جانے کے لیے) کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۶۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! فلاں عورت روزے دار اور تہجد گزار ہے لیکن اپنی زبان سے پڑوسیوں کے ناک میں دم کر رکھا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایسی عورت میں کوئی خیر و برکت نہیں بلکہ وہ جہنمی ہے۔''

(مسند امام احمد، ص ۴۴۰، ج ۲)

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔''

(صحیح بخاری: ۴۸)

ان آیات و احادیث کے پیش نظر ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ کسی مسلمان کو بلا وجہ تکلیف دینے سے گریز کرے کیونکہ اس جرم کی موجودگی میں نماز، روزہ اور دیگر عبادت بے کار اور لا حاصل ہے۔

74 اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے رکھنا

مردوں کے لیے چادر، شلوار، وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے خواہ تکبر کرتے ہوئے ایسا کیا جائے یا عادت کے طور پر اسے اختیار کیا جائے، دونوں صورتوں میں سنگین جرم اور کبیرہ گناہ ہے، البتہ فخر و غرور کرتے ہوئے ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانا اس جرم میں زیادہ سنگینی کا باعث ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے

''ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانا، تہبند، قمیض اور پگڑی سب میں ہے، جس نے بھی اس قسم کے کپڑوں کو تکبر کرتے ہوئے لٹکایا تو اس کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔'' (ابوداود، اللباس:۴۰۹۴)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''جو شخص شیخی کرتے اور اتراتے ہوئے اپنی چادر کو ٹخنوں کے نیچے لٹکاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔'' (صحیح بخاری، اللباس:۵۷۸۸)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تین بد بخت ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن گفتگو نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا، انہیں پاکیزہ قرار نہیں دے گا بلکہ انہیں دردناک عذاب ہوگا۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسے لوگ تو بہت گھاٹے اور خسارے میں ہیں، ان کی نشاندہی تو کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، احسان جتلانے والا اور اپنے سودے کو جھوٹی قسم اٹھا کر فروخت کرنے والا۔'' (صحیح مسلم، اللباس:۲۰۸۶)

اور جو انسان عادت کے طور پر ایسا کرتا ہے اللہ کے ہاں یہ بھی بہت ناپسندیدہ حرکت ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مؤمن کا تہبند نصف پنڈلی تک ہے، اگر پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان رہے تو بھی کوئی حرج نہیں، جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہوگا اسے آگ میں جھونک دیا جائے گا۔'' (مسند امام احمد، ص۳۰، ج۳)

بہر حال انسان کو اس عادت سے توبہ کرنی چاہیے خواہ اسے تکبر کے طور پر اختیار کیا جائے یا تکبر کے بغیر اپنایا جائے۔ احادیث میں ان دونوں کی الگ الگ سزا بیان ہوئی ہے جو درج ذیل ہے:

1 عادت کے طور پر جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے رہے گا وہ آگ میں جائے گا۔

2 تکبر کے طور پر جو اسے اختیار کرے گا وہ اللہ کی طرف سے ہم کلامی اور نظر رحمت سے محروم ہوگا۔

البتہ چار صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

① عورتیں اس وعید سے مستثنیٰ ہیں بلکہ انہیں چاہیے کہ وہ اپنی چادر ٹخنوں سے ایک بالشت نیچے رکھیں۔

② اگر کسی کے ٹخنوں پر پھوڑے وغیرہ ہیں تو اسے بھی اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچا کرنے کی اجازت ہے۔

③ اہتمام کرنے کے باوجود بعض اوقات اٹھتے وقت بے خیالی میں کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جاتا ہے اس پر بھی مواخذہ نہیں ہوگا۔

④ کسی کا پیٹ بڑا ہو، کوشش کے باوجود بھی کپڑا ڈھلک کر ٹخنوں سے نیچے ہو جاتا ہے یہ بھی معاف ہے۔

ان چار صورتوں کے علاوہ کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا سنگین جرم ہے ہمیں اس سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ احادیث میں وارد وعید سے محفوظ رہ سکیں۔

(75) بلاوجہ لوگوں سے جھگڑنا

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ معمولی معمولی بات پر بھڑکتے رہتے ہیں اور دوسروں سے الجھتے رہتے ہیں، ایسی معمولی باتوں پر لڑائی جھگڑا کرنا بھی شرعاً کبیرہ گناہ ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

"اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض وہ شخص ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔"

(صحیح بخاری، الاحکام: ۷۱۸۸)

بلاوجہ لڑائی جھگڑا کرنا گمراہ لوگوں کا کام ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"راہ راست اختیار کرنے کے بعد جو قوم گمراہی اختیار کر لیتی ہے اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر ان میں جھگڑالو پن رکھ دیتا ہے۔"

(صحیح الجامع الصغیر حدیث نمبر: ۵۶۳۳)

ہمیں اس بری عادت اختیار کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا ذکر بایں الفاظ کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کی دنیاوی زندگی میں گفتگو آپ کو بھلی اور دلکش معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو آدمی ہے، جب وہ واپس ہوتا ہے تو زمین پر فساد کرنے نیز فصلوں اور نسلوں کو تباہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس قسم کے فساد کو پسند نہیں کرتا۔'' (۲/البقرہ:۲۰۴،۲۰۵)

دراصل ایسے لوگ اپنے پندار نفس یا جھوٹی انا کا شکار ہوتے ہیں جو اسے تکبر کی راہ پر ڈال دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''میں تمہیں بتاؤں کہ جنتی کون ہیں اور جہنمی کون ہیں؟ جنتی ہر وہ کمزور اور متواضع انسان ہے کہ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم اٹھا لے تو اسے سچا کر دے اور دوزخی وہ ہوتا ہے، جو بدمزاج اور متکبر آدمی ہوتا ہے۔''

(صحیح بخاری، الایمان:۶۶۵۷)

(76) ناپ تول میں کمی کرنا

کاروباری حضرات کی عام طور پر عادت ہوتی ہے وہ کسی سے مال لیتے یا کسی کو دیتے وقت اس میں کمی بیشی کرتے ہیں یہ عادت بھی کبیرہ گناہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾

''ڈنڈی مارنے والوں کے لیے ہلاکت ہے، ایسے لوگ جب خود ماپ لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب دوسروں کو ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں' کیا وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ ایک دن اٹھائے جائیں گے، ایک بڑے دن کے لیے جب سب لوگ اپنے پروردگار کے حضور کھڑے ہوں گے۔'' (۸۳/المطففین:۱تا۶)

ماپ کر اپنا حق پورا لینا کوئی جرم کی بات نہیں ہے، جرم اس وقت ہوتا ہے جب اپنا حق تو پورا لیا جائے لیکن دوسروں کو کم دیا جائے، اس جرم میں کمی بیشی کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً: ایک آدمی اپنا حق بھی کم لے اور دوسروں کو بھی کم دے یعنی اس کا پیمانہ چھوٹا ہے، وہ اس سے لیتا بھی ہے اور دیتا بھی ہو، یہ بھی جرم ہے مگر اسکی شدت کم ہو جاتی ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی لیتے وقت پورا یا زیادہ لے اور دیتے وقت کم دے، اس صورت میں جرم کئی گنا بڑھ جاتا ہے کیونکہ لین دین کی اصل بنیاد عدل ہے یعنی پورا پورا دیا جائے لیتے وقت پورا یا زیادہ لینا اور دیتے وقت کم دینا اتنا بڑا جرم ہے کہ شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب اس جرم کی وجہ سے آیا تھا، اسلام میں ایثار کی تعلیم دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنا حق لیتے وقت تھوڑے سے کم پر اکتفا کرے اور دیتے وقت تھوڑا سا زیادہ دے دے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مدینہ طیبہ کی منڈی میں تشریف لے گئے آپ نے ایک وزن کرنے والے کو دیکھ کر فرمایا:

''تول مگر تھوڑا سا جھکتا تول۔'' (نسائی، کتاب البیوع)

جس معاشرے میں اس طرح کی رحمت اور اس کی برکتوں کا جو نزول ہوگا اس کا اندازہ تو تجربہ سے ہی کیا جا سکتا ہے۔

(77) فالتو پانی روک لینا

بارش یا چشمے وغیرہ کا قدرتی پانی جو ضرورت سے زائد ہو اسے روک لینا اور دوسروں کو اس سے فائدہ نہ اٹھانے دینا بھی گناہ کبیرہ ہے، شریعت نے اس سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''جو آدمی فالتو پانی اور زائد از ضرورت گھاس سے دوسروں کو روکتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اپنے فضل و کرم سے محروم کر دے گا۔''

(مسند امام احمد، ص ۱۷۹، ج ۲)

ایک حدیث میں اس کی مزید تفصیل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم کلام نہیں ہوگا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا نیز انہیں پاکیزہ قرار نہیں دے گا بلکہ انہیں سنگین عذاب سے دوچار کرے گا، ان میں ایک وہ آدمی جس کے ہاں زیادہ پانی ہو اور وہ مسافروں سے روک لے۔''

(صحیح بخاری، المساقاۃ:۲۳۶۸)

بخاری کی ایک روایت کے مطابق اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''آج میں بھی اپنا فضل تجھ سے روک رہا ہوں جس طرح تو نے وہ زائد پانی روک لیا تھا جس میں تیری محنت و مشقت کو کوئی دخل نہ تھا۔''

(صحیح بخاری، حدیث نمبر:۲۳۹۶)

ممکن ہے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے چشمے کا پانی خشک یا گہرا کر دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ﴾

''آپ ان سے پوچھیں، بھلا دیکھو اگر تمہارا پانی گہرائیوں میں اتر جائے تو کون ہے جو تمہیں صاف ستھرا پانی لا کر دے گا۔'' (۶۷/الملک:۳۰)

پانی بہت بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرنی چاہیے اور ضرورت سے زائد دوسروں کو دینے میں سوچ بچار سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ اس طرح فیاضی کرنے سے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی امید کی جا سکتی ہے بصورت دیگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے خاص کرم سے محروم کر دے گا۔

(78) بلاوجہ جمعہ ترک کرنا

تمام امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نماز جمعہ فرض عین ہے، لہٰذا یہ ہر مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ اور مقیم مرد کے لیے واجب ہے بشرطیکہ نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے مسجد میں جا سکتا ہو اور کسی شرعی عذر میں مبتلا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن کی عبادت جمع ہونے کے لیے اور اسے ذوق و شوق اور سرگرمی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾

''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد کے لیے جلدی کرو اور خرید و فروخت کو ترک کر دو۔'' (٦٢/الجمعہ:٩)

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ جمعہ کی ادائیگی کے لیے خلوص دل سے کوشش کرے اور اس کے چھوڑنے کی عادت بد سے احتراز کرے کیونکہ نماز جمعہ کو اہمیت نہ دینے اور اس کے متعلق سستی دکھانے سے دل پر مہر ثبت ہو جاتی ہے پھر اس کا شمار غافل لوگوں میں ہونے لگتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا:

''لوگ جمعہ ترک کرنے سے باز آ جائیں بصورت دیگر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلوں میں شمار ہونے لگیں گے۔''

(صحیح مسلم، الجمعہ: ٨٦٥)

ذکر کردہ آیت کریمہ اور پیش کردہ حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ بلا وجہ جمعہ ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے اور اس کے ترک کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔

79 بغیر عذر شرعی نماز باجماعت چھوڑنا

ہر مسلمان پر نماز باجماعت ادا کرنا ضروری ہے، شرعی عذر کے بغیر مستقل طور پر نماز باجماعت چھوڑ دینا ایک سنگین کبیرہ گناہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

''جو شخص اذان سنے اور شرعی عذر کے بغیر نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد میں نہیں آتا تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔'' (ابن ماجہ، المساجد: ٧٩٣)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے:

''نماز باجماعت کا واجب ہونا۔'' (صحیح بخاری، الاذان، باب نمبر: ٢٨)

پھر اس عنوان کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بیان کی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ کسی کو لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں اور وہ اکٹھی کر دی جائیں پھر نماز کے متعلق حکم دوں، اس کے لیے اذان کہی جائے پھر میں کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں خود ان لوگوں کے ہاں جاؤں (جو مسجد میں نہیں آتے) میں ان کے سمیت گھروں کو آگ لگا دوں۔''

(صحیح بخاری، الاذان:٦٤٤)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بچشم خود مشاہدہ کیا کہ نماز باجماعت سے وہی شخص پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق نمایاں ہو، یا بیمار نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتا تھا، اللہ کی قسم! آدمی کو دونوں کندھوں سے پکڑ کر لایا جاتا اور اسے صف میں کھڑا کر دیا جاتا، اس طرح وہ نماز باجماعت ادا کرتا تھا۔

(بیہقی،ص۱۸۷،ج۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا ہے کہ اگر ماں اپنے بچے پر شفقت کرتے ہوئے نماز عشاء باجماعت ادا کرنے سے منع کرے تو اس کی بات نہ مانی جائے۔ (صحیح بخاری، الاذان، تعلیقا)

رسول اللہ ﷺ نے عین جنگ کے موقع پر بھی نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کیا ہے لہٰذا ہمیں اس فریضہ کی ادائیگی سے غفلت نہیں کرنا چاہیے۔

80 اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہونا

بعض اوقات انسان بڑی جرأت اور دیدہ دلیری سے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے، وہ اللہ کی تدبیر اور اس کی پکڑ سے بے خوف ہو جاتا ہے، اس طرح کا اقدام اور دیدہ دلیری بھی بہت بڑا جرم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴾

''کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو چکے ہیں، حالانکہ اللہ کی تدبیر

سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو خسارہ پانے والے ہوں۔''

(۷/الاعراف:۹۹)

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی پسندیدہ چیز دیتا ہے اور وہ اس کی نافرمانی پر ڈٹا ہوا ہے تو یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل ہے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو تلاوت فرمایا:

﴿ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ ﴾

''جب وہ اللہ کی طرف سے یاددہانی کو بھول گئے تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ جب وہ ان چیزوں میں خوب مست ہو گئے جو ان کو دی گئی تھیں تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اور وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے۔'' (۶/الانعام:۴۴)

لہٰذا انسان کو کبھی اس قسم کی کیفیت میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

(مسند امام احمد، ص۱۵۴، ج۴)

رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

''اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا آپ کو ہمارے متعلق کوئی اندیشہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''تمام لوگوں کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جیسے چاہے جب چاہے ان کو پھیر دیتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ، الدعا، ۸۳۴)

ان آیات واحادیث کا تقاضا ہے کہ انسان کو کبھی اللہ کی پکڑ اور اس کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔

(81) اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا

جس طرح اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہونا سنگین جرم ہے، اس کی رحمت سے مایوس ہونا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ چنانچہ مصائب و آلام کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا حرام ہے، کیونکہ اس میں اللہ کے فیصلے کو رد کرنا ہے اور اس پر عدم رضا کا اظہار ہے، اس لیے مؤمن کو چاہیے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ جب اسے تکلیف یا پریشانی آئے تو صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑے، اگر اس نے استقامت اور مستقل مزاجی کا مظاہرہ کیا تو اسے دو فائدے حاصل ہوں گے۔

☆ اس کے گناہ معاف ہوں گے کیونکہ مصائب و آلام اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں۔

☆ جب اللہ کی خاطر صبر کیا ہوگا تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے ہاں اجر و ثواب سے نوازے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّـٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾

''صبر کرنے والوں کو بلا حد و حساب دیا جائے گا۔'' (۳۹/الزمر:۱۰)

بہر حال اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ

﴿ إِنَّهُۥ لَا يَا۟يْـَٔسُ مِن رَّوْحِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْكَـٰفِرُونَ ۝ ﴾

''اس کی رحمت سے تو کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔''

(۱۲/یوسف:۸۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''تم میں سے کسی کو بھی موت نہ آئے مگر بایں حالات کہ وہ اللہ کے بارے میں حسن ظن رکھتا ہو۔'' (صحیح مسلم، الجنۃ:۷۲۳۱)

رسول اللہ ﷺ ایک نوجوان کے پاس آئے جبکہ وہ مرنے کے بالکل قریب تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''تم خود کو کس حالت میں محسوس کرتے ہو۔'' عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے اپنے گناہوں سے ڈر لگتا ہے۔ لیکن میں اللہ کی رحمت کا امیدوار بھی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ موت کے وقت جس بندہ مؤمن کے دل میں یہ دونوں چیزیں سما جائیں اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا کرتا ہے جس کی امید ہو اور اس چیز سے بے خوف کر دیتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہے۔''

(جامع ترمذی، الجنائز:۹۸۳)

(82) ہتک عزت کے لیے ٹوہ لگانا

کسی شخص کو ذلیل و رسوا کرنے کے لیے اس کی ٹوہ میں لگے رہنا بھی کبیرہ گناہ ہے، یہ تجسس براہ راست ہو یا آلات کے ذریعے مثلاً: ٹیپ نصب کر دی جائے یا فون پر آلات لگا دیے جائیں، جن کے ذریعے انسان کی پرائیویٹ زندگی سے متعلق معلومات حاصل کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے، فرمایا:

﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾

''تم ایک دوسرے کے بھید اور راز مت کھولا کرو۔'' (۴۹/الحجرات:۱۲)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''تم لوگ بدگمانی سے اجتناب کرو کیونکہ بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے نیز ایک دوسرے کے عیوب نہ تلاش کرو اور نہ ہی جاسوسی کیا کرو۔''

(صحیح بخاری، الادب، ۶۰۶۶)

رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کی عادت بد کا بڑی سختی سے نوٹس لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان کا اظہار کرتے ہو لیکن وہ ایمان تمہارے دلوں میں نہیں اترا، مسلمانوں کو تکلیف نہ دو اور نہ ہی ان کی ٹوہ میں لگے رہو، جو شخص کسی کے خفیہ راز تلاش کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے برسر عام ذلیل و خوار کرتا ہے خواہ وہ اپنی ماں کے گھر میں ہی کیوں نہ بیٹھا رہے۔''

(صحیح الجامع الصغیر، حدیث نمبر:۷۹۸۴)

دوسرے کے گھروں میں تانک جھانک کرنا بھی تجسس کی ایک بدترین قسم ہے، یہ پڑوسیوں کی عزت کی پامالی اوران کی بے حرمتی کا ذریعہ ہے بلکہ اس عمل سے بہت سے فتنوں اور بربادیوں نے جنم لیا ہے، اس کی سنگینی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جھانکنے والے کی آنکھ اگر پھوڑ دی جائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص کسی کے گھر میں اجازت کے بغیر جھانکتا ہے تو گھر والے کے لیے اس کی آنکھ پھوڑ دینا حلال ہو جائے گا۔'' ایک روایت میں ہے کہ ''اگر گھر والوں نے اس کی آنکھ پھوڑ ڈالی تو اس پر کوئی تاوان نہیں۔''

(مسند امام احمد، ص ۳۸۵، ج ۲)

83 معاملات میں دھوکہ دہی

مسلمان دوسرے مسلمان کا خیر خواہ ہوتا ہے، وہ کسی سے دھوکہ نہیں کرتا کیونکہ دھوکہ دینا، کسی سے فریب کرنا اور اسے اندھیرے میں رکھ کر اپنا الو سیدھا کرنا بہت سنگین جرم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ﴾

''کسی سے بری تدبیر کا وبال، تدبیر کرنے والے پر ہی ہوتا ہے۔''

(۳۵/ فاطر:۴۳)

قرآن کریم کی صراحت کے مطابق دھوکہ دینا منافقین کی علامت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الْمُنٰفِقِينَ يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ﴾

''بلاشبہ منافق لوگ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس دھوکہ دہی کی سزا دے گا۔'' (۴/ النساء:۱۴۲)

رسول اللہ ﷺ نے دھوکہ دینے والے فریبی انسان کے متعلق فرمایا ہے:

''دھوکہ اور فریب انسان کو جہنم میں پہنچا دیتے ہیں۔''

(مستدرک حاکم، ص ۶۰۷، ج ۴)

دھوکہ دینے کے لیے ملاوٹ کرنا کس قدر سنگین جرم ہے، اس کا اندازہ درج ذیل ارشادِ نبوی ﷺ سے لگایا جا سکتا ہے:

''جس نے دھوکہ دیا یا ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

(صحیح مسلم، الایمان: ۱۰۲)

84 جھگڑتے وقت گالی گلوچ دینا

ایک دوسرے کو گالی دینا بہت بڑا گناہ ہے خاص طور پر لڑائی جھگڑے کے موقع پر جذباتی انداز اختیار کرنا اور فحش گالی دینا شرافت کے منافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے منافق کی علامت قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''جس میں چار خصلتیں پائی جائیں وہ تو خالص منافق ہے اور جس میں ایک عادت پائی گئی تو وہ بھی بقدر خصلت منافق ہوگا، تا آنکہ اسے چھوڑ دے، (۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، (۲) جب وہ گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، (۳) جب کسی سے عہد و پیمان کرے تو غداری کرے (۴) اور جب وہ کسی سے جھگڑا کرے تو پھٹ پڑے یعنی وہ گالی گلوچ پر اتر آئے اور انتہائی بدتمیزی کا مظاہرہ کرے۔''

(صحیح بخاری، الایمان: ۳۴)

ہم اپنے قارئین کو نصیحت کرتے ہیں کہ اگر وہ اس گندی عادت کے خوگر ہیں تو اسے ترک کر دیں اور اس آفت سے بچنے کے لیے اپنے اللہ کی طرف رجوع کریں وہی گناہوں سے محفوظ رکھنے والا ہے۔

85 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنا

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کو بہترین دور قرار دیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک واسطہ کی حیثیت رکھتے ہیں،

اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ﴾

''اگر یہ اہل کتاب ایسے ہی ایمان لائیں جیسے تم (صحابہ) لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پائیں گے اور اگر وہ اس سے اعراض کریں تو وہ ہٹ دھرمی پر اتر آئے ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں آپ کو کافی ہے۔'' (۲/البقرہ:۱۳۷)

نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے دین کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے اور اس کے عینی شاہد ہیں، ان پر زبان درازی کرنا خود اللہ کے دین کو نشانہ استہزا بنانا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا:

''میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو، اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر خرچ کر ڈالے تو وہ صحابہ کے ایک یا نصف مدغلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔''

(صحیح بخاری، الفضائل:۳۶۷۳)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عظمت ورفعت کو بایں الفاظ بیان فرمایا:

''میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، میرے بعد انہیں ہدف تنقید نہ بنانا، کیونکہ جس نے ان سے محبت کی، اس نے میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے گویا میری وجہ سے بغض رکھا اور جس نے ان کو تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی، جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی، اللہ تعالیٰ خود اسے پکڑ لے گا۔''

(صحیح مسلم، الفضائل:۳۰۲۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنا ایک سنگین جرم ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہمیں آئندہ برا بھلا کہا جائے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

”جس نے میرے صحابہ کو گالی دی، اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔“ (معجم الکبیر طبرانی، حدیث نمبر: ۱۲۷۰۹)

ہمیں چاہیے کہ ان حضرات کی عظمت بجالائیں، ان کی عزت وتوقیر کریں، کیونکہ یہ حضرات ہمارے لیے دین اسلام کا نمونہ ہیں۔

86 حدود حرم میں کسی پر زیادتی کرنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کو حرم قرار دیا ہے۔لہٰذا حرمین کی حدود میں کسی پر ظلم کرنا بھی بہت بڑا جرم ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

”مکہ مکرمہ کو لوگوں نے نہیں بلکہ اسے اللہ تعالیٰ نے حرمت والا قرار دیا ہے لہٰذا جو شخص اللہ پر ایمان اور آخرت پر یقین رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ وہاں خون ریزی نہ کرے اور وہاں کے کانٹے دار درخت بھی نہ کاٹے۔“

(صحیح مسلم، الحج: ۳۳۰۴)

مدینہ طیبہ کی حرمت کو پامال کرنا بھی بہت بڑا جرم ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”جو اہل مدینہ کے ساتھ برا ارادہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے اس طرح ختم کر دے گا جس طرح پانی میں نمک ختم ہو جاتا ہے۔“ (صحیح مسلم، الحج: ۳۳۶۱)

مسجد حرام کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾

”وہ مسجد حرام، جس میں ہم نے وہاں کے باشندوں اور باہر سے آنے والوں کے حقوق برابر رکھے ہیں اور جو کوئی از راہ ظلم مسجد حرام میں کج روی اختیار کرے گا، ہم ایسے سب لوگوں کو دردناک عذاب چکھائیں گے۔“ (۲۲/الحج: ۲۵)

یعنی جو شخص دیدہ ودانستہ حرم مکہ میں بے دینی، یا شرارت کی بات کرے گا یا اس کے احترام کو ملحوظ نہیں رکھے گا اسے دوسرے مقام پر یہی جرائم کرنے کی نسبت سے دوگنا سزا ملے گی، ظلم وزیادتی اور شرارت کے کام تو دوسرے مقامات میں بھی ممنوع ہیں، لیکن انہیں حرم مکہ میں کیا جائے تو یہ کام جرم کی شناعت اور سنگینی میں اضافے کا باعث ہوں گے پھر اس نسبت سے ان کی سزا میں بھی اضافہ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''تین شخص اللہ تعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے ہیں، ان میں سے ایک حدود حرم میں ظلم وزیادتی کرنے والا ہے۔''

(صحیح بخاری، الدیات: ۶۸۸۲)

(87) کسی مسلمان کو کافر کہنا

کسی مسلمان کو بلاوجہ کافر قرار دینا بہت خطرناک جرم ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اس مسئلہ کی نزاکت کو اچھی طرح واضح کیا ہے، انہوں نے اس سلسلہ میں کئی ایک اسلوب اختیار کیے ہیں چنانچہ اگر کوئی انسان ایمان کے منافی کسی بات یا عمل کا مرتکب ہوتا ہے، اگر اس کا ارتکاب کسی جہالت یا معقول تاویل کی بنا پر ہے تو دین اسلام سے خارج نہیں قرار دیا جا سکتا ہاں اگر کوئی دیدہ ودانستہ بلا تاویل وجہالت کفر پر مبنی بات یا کفریہ کام کا مرتکب ہوتا ہے تو پھر وہ کافر اور دین اسلام سے خارج ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں اپنی صحیح میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے:

''جو اپنے بھائی کو بلا تاویل کافر کہتا ہے تو وہ اپنے کہنے کے مطابق خود کافر ہو جاتا ہے۔'' (کتاب الادب، باب نمبر ۷)

پھر آپ نے اس عنوان کو ثابت کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث پیش کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب کوئی اپنے بھائی کو ''یا کافر'' کے الفاظ سے پکارتا ہے تو ان دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری، الادب: ۶۱۰۳)

انہوں نے ایک دوسرا عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے:

''جو شخص کسی دوسرے کو تاویل یا جہالت کی وجہ سے کافر کہتا ہے تو اس صورت میں خود کافر نہیں ہوگا۔'' (کتاب الادب، باب نمبر:۷۴)

اس عنوان کو ثابت کرنے کے لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش کیا ہے، جس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو منافق قرار دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا دفاع تو کیا لیکن ردعمل کے طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کافر یا منافق نہیں کہا کیونکہ انہوں نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو ایک تاویل کی بنا پر منافق کہا تھا، انہوں نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا تھا، جس میں اہل اسلام کے خلاف ایک اہم راز کا افشا تھا، ایسا کرنا چونکہ کفار سے دوستی رکھنے کے مترادف تھا، اس لیے آپ نے اسے منافق کہا، بہرحال کسی کو کافر کہنا بہت نازک مسئلہ ہے لہٰذا اس کے متعلق جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''کوئی شخص کسی دوسرے پر فسق یا کفر کی تہمت نہ لگائے کیونکہ اگر وہ دوسرا ایسا نہ ہوا تو یہ تہمت اس کی طرف لوٹ آتی ہے۔''

(صحیح بخاری، الادب: ۶۰۴۵)

اس حدیث کی بنا پر جب تک کسی دوسرے میں ایسی شرائط نہ پائی جائیں کہ اسے کافر قرار دیا جا سکے اور وہاں کوئی مانع بھی نہ ہو تو قطعی طور پر کسی کو کافر کہنے سے گریز کرنا چاہیے۔

(88) کسی مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنا

کسی مسلمان کو ہراساں اور خوفزدہ کرنے کے لیے اس کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے اور احادیث میں اس کے متعلق بہت سخت وعید آئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرے تو فرشتے اس پر لعنتیں بھیجتے ہیں، جب تک اپنے ہتھیار کو اس سے دور نہ کرے، اگرچہ وہ

اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔'' (صحیح مسلم، البر والصلۃ: ٦٦٦٦)

رسول اللہ ﷺ نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''کوئی آدمی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے دوسرے کو نقصان پہنچا دے اور وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔'' (صحیح بخاری: ٧٠٧٢)

ہمیں چاہیے کہ ہنسی مذاق کے طور پر بھی کسی کے سامنے ہتھیار سیدھا کرنے سے گریز کریں، ممکن ہے کہ شیطان اس کے ہاتھوں خون ناحق کر دے، جس کی بنا پر ہتھیار سیدھا کرنے والا جہنم کا ایندھن بن جائے۔

(89) میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا

جب مسلمانوں کا کافروں سے مقابلہ ہو تو اس وقت دشمن کے سامنے سے بھاگ کھڑا ہونا مہلک ترین گناہ ہے کیونکہ اس سے دوسروں کے حوصلے پست ہوتے ہیں اور بھاگنے والے کی بزدلی اور نامردی ظاہر ہوتی ہے، یہ ایسی خصلتیں ہیں کہ ان سے رسول اللہ ﷺ نے پناہ مانگی ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع پر راہ فرار اختیار کرنے کی سنگینی کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ۝ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ ﴾

''اے ایمان والو! جب میدان جنگ میں تمہاری کافروں سے مڈبھیڑ ہو جائے تو کبھی پیٹھ نہ پھیرنا اور جو شخص اس دن پیٹھ پھیرے گا الا یہ کہ وہ جنگی چال چل رہا ہو، یا مڑ کر اپنے دستہ فوج کو ملنا چاہتا ہو، تو ایسا آدمی اللہ کے غضب میں آ گیا، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بری بازگشت ہے۔''

(٨/ الانفال: ١٥، ١٦)

اس آیت کریمہ کی رو سے جنگ سے پسپائی اختیار کرنا بہت بڑا جرم ہے، اس سے

صرف دو صورتیں مستثنیٰ ہیں:

☆ کوئی شخص پینترا بدلنے کی غرض سے پیچھے ہٹے۔

☆ کوئی شخص وہاں سے ہٹ کر اپنے مرکز سے ملنا چاہتا ہو۔

ان مقاصد کے علاوہ اگر صرف جان بچانا مقصود ہو تو ایسا کرنا سنگین جرم ہے کیونکہ ایسا کرنے سے باقی لوگوں کے حوصلے بھی پست ہو جاتے ہیں اور بھگدڑ مچ جاتی ہے، بسا اوقات ایک یا چند لوگوں کا فرار پوری فوج کی شکست کا باعث بن جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایسے موقع پر راہ فرار اختیار کرنے کو ان سات بڑے بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے جو انسان کو ہلاک کر دینے والے ہیں۔ (صحیح بخاری، الوصایا:۲۷۶٦)

(90) بری عادات کو رواج دینا

اسلام ہمیں بری عادات کو ترک کر دینے کی تلقین کرتا ہے لیکن جو انسان بری عادات کا خوگر ہے اور اسے لوگوں میں رواج دینے کے لیے کوشاں رہتا ہے، شریعت کی نظر میں ایسا کرنا بہت بڑا جرم ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

”اللہ تعالیٰ کو تین آدمی انتہائی ناپسند ہیں، ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو اسلام میں جاہلیت کی عادات کو رواج دے۔“ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:٦٨٨٢)

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

”جب کوئی شخص اسلام میں کسی بری عادت کو رواج دیتا ہے، اسے خود ارتکاب کا بھی گناہ ہوگا اور جو اس کے بعد دوسرے اس پر عمل پیرا ہوں گے، ان کے گناہ بھی اپنے سر پر اٹھائے گا۔“ (مسند امام احمد، ص ۳۵۷، ج ۴)

لہٰذا ہمیں برائیوں کی روک تھام کے لیے کوشاں رہنا چاہیے اور ان کی ترویج و اشاعت سے گریز کرنا چاہیے۔

91 گانا بجانا اور موسیقی سننا

گانے بجانے اور آلات موسیقی سے دلچسپی رکھنا بہت بڑا جرم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝﴾

''اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بے ہودہ باتیں خرید کر لاتے ہیں تاکہ علم کے بغیر لوگوں کو اللہ کی راہ سے دور رکھیں اور اس کا مذاق اڑائیں۔ ایسے لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔'' (۳۱/لقمان:۶)

اس آیت کریمہ میں لهو الحديث سے مراد ہر وہ بات، شغل یا کھیل یا تفریح ہے جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دے خواہ یہ شغل، گانا بجانا ہو یا دلچسپ ناول اور ڈرامے ہوں یا کلب کی تفریحات ہوں یا ٹی وی دیکھنے یا سینما بینی کا شوق ہو۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے، وہ قسم اٹھا کر فرماتے تھے کہ آیت کریمہ میں " لهو الحديث " سے مراد گانا بجانا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آلات موسیقی کے عام ہونے کو قیامت کی علامت قرار دیا ہے اور ان سے سخت نفرت دلائی ہے۔ چنانچہ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''میری امت میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا کو، ریشم کو، شراب کو، آلات موسیقی اور گانے بجانے کو حلال قرار دیں گے، اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو مسخ کر کے قیامت تک بندر اور خنزیر بنا دے گا۔'' (صحیح بخاری، الاشربہ: ۵۵۹۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آلات موسیقی اور گانے بجانے کی سنگینی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''میری امت میں زمین کے اندر دھنسائے جانے، شکل بگاڑے جانے اور

پتھر برسائے جانے کا عذاب ہوگا۔ یہ سارے عذاب اس وقت ہوں گے جب لوگ برسرعام شراب پئیں گے، گانے بجانے والی عورتوں کو سنیں گے اور آلات موسیقی بجائیں گے۔'' (ترمذی،حدیث نمبر:۲۲۱۲)

ان آلات موسیقی میں دور حاضر کے تمام نئے آلات مثلاً: سارنگی، تار والا باجہ، پیانو، گٹار وغیرہ سب شامل ہیں بلکہ جدید آلات موسیقی نشہ اور ترنگ پیدا کرنے میں پرانے آلات موسیقی سے کہیں زیادہ ہیں، ان آلات موسیقی کے بجانے کے ساتھ گلوکاراؤں کی تباہ کن آوازیں بھی شامل ہو جائیں تو اس جرم اور گناہ کی سنگینی مزید بڑھ جائے گی، اگر گانے عشق و مستی اور عورتوں کے حسن و جمال پر مبنی ہوں تو موسیقی کی ہولناکی کئی گنا زیادہ ہو جائے گی، اس میں کوئی شک نہیں کہ گانا بجانا اور آلات موسیقی سے دلچسپی رکھنا، زنا اور بدکرداری کا پیش خیمہ ہے، بعض روایات میں ہے کہ گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔

دور حاضر میں موسیقی کے کئی ایک فتنے ایجاد ہو چکے ہیں، اب تو عام استعمال کی چیزوں میں موسیقی داخل کر دی گئی ہے گھڑیوں کے آلارم موسیقی سے لبریز ہیں' دروازوں پر نصب گھنٹیاں، موسیقی کی دھنیں بکھیرتی ہیں' بچوں کے کھلونے موسیقی سے بھرے ہوئے ہیں، ٹیلی فون ایسے ایجاد ہو چکے ہیں کہ ان میں گانوں کی طرز پر موسیقی بھری ہوتی ہے، یہ مصیبت اب اتنی عام ہو چکی ہے کہ موبائل کی اطلاعی گھنٹی موسیقی پر مشتمل ہوتی ہے پھر دوران نماز فون آنے پر تمام نمازی اس موسیقی کو سننے پر مجبور ہوتے ہیں، اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ موسیقی سے مکمل نجات کے لیے اور گانوں سے کلی طور پر اجتناب کے لیے بڑی عزیمت کی ضرورت ہے، بسوں میں سفر کے دوران جو فحش گانے چلائے جاتے ہیں اور وی سی آر پر گندے مناظر دکھائے جاتے ہیں ان سے شرم کے مارے سر جھک جاتا ہے، اگر کسی کو اسے بند کرنے کا کہا جائے تو مسافروں میں سے بعض بند کرنے پر احتجاج کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، کسی نے درست کہا ہے

پنبہ کجا کجا نہم دل ہمہ داغ داغ شد

(92) کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا

لوگوں کے اموال وحقوق غصب کرنا بہت بڑا ظلم ہے،ان میں سے ایک ظلم کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ جمانا ہے،اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(ا) پٹواری سے مل کر کسی دوسرے کی زمین اپنے نام کرالینا یا رجسٹری شدہ پلاٹ پر قبضہ کر لینا۔

(ب) زرعی زمین کو کاشت کرتے وقت اپنے پڑوسی کی زمین کو کسی طریقہ سے اپنی زمین کے ساتھ ملا لینا۔

(ج) مکان تعمیر کرتے وقت ساتھ والے مکان سے کچھ حصہ اپنی بنیادوں میں شامل کر لینا۔

(د) کسی کے فوت ہونے کے بعد زمین کے وراثتی حصہ سے شرعی حقدار کو محروم کر دینا۔

شرعی طور پر ایسا کرنا بہت سنگین جرم ہے اور احادیث میں اس کی بہت بھیانک سزا بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”جو اپنے بھائی کی تھوڑی سی زمین پر بھی ناجائز قبضہ کر لے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے سات زمینوں کے اندر دھنسا دے گا۔“

(صحیح بخاری، المظالم:۲۴۵۴)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے متعلق ایک پس منظر بیان کیا ہے کہ اروی بنت اویس نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک دعویٰ دائر کر دیا کہ انہوں نے میری کچھ زمین ناجائز طور پر اپنے قبضے میں لے لی ہے، اس پر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے مذکورہ حدیث کا حوالہ دے کر فرمایا کہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے، انہوں نے اس عورت کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اے اللہ! اگر وہ جھوٹی ہے اور مجھے خوامخواہ بدنام کرنا چاہتی ہے تو اسے دنیا میں اندھا کر دے اور اس کی زمین میں اس کی قبر بنا دے۔ راوی حدیث کہتا ہے کہ میں نے اس عورت کو دیکھا کہ وہ اندھی ہو چکی تھی اور دیواروں کو ہاتھ مار کر چلتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ مجھے حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی بددعا لے ڈوبی ہے آخر کار وہ اپنے گھر کے کنویں

میں گر کر مر گئی اور وہی کنواں اس کی قبر بنا۔ (صحیح مسلم، المساقاۃ: ۱۶۱۰)

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ان کا کسی کے ساتھ زمین کا جھگڑا تھا، انہوں نے اس کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: زمین سے اجتناب کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''جس شخص نے ایک بالشت بھر کی زمین پر ناجائز قبضہ کیا تو قیامت کے دن سات زمینوں کا اسے طوق پہنایا جائے گا۔'' (صحیح بخاری: ۲۴۵۳)

ایک روایت میں ہے کہ ظلم کی بنا پر زمین پر قبضہ کرنے والے کو کہا جائے گا کہ ان تمام زمینوں کی مٹی کھود کر اپنے سر پر اٹھاؤ اور قیامت تک اسے اٹھائے رکھو، فیصلہ ہونے تک اسے یہی سزا دی جائے گی۔ (مسند امام احمد، ص ۱۷۳، ج ۴)

وہ لوگ بڑی سزا سے دوچار ہوں گے جو زمین کی علامات اور حدود کو بدل دیتے ہیں تا کہ اس طرح وہ اسے اپنی ملکیت ظاہر کریں اور ایسا کرنے سے ان کے پڑوسی کے کھاتہ میں سے ان کی کچھ زمین کشادہ ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو زمین کے نشانات کو تبدیل کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔''

بعض روایات میں رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں کو ملعون کہا ہے۔

(مسند امام احمد، ص ۱۰۸، ج ۱)

93 پڑوسیوں سے بدسلوکی کرنا

ہمارا دین اسلام معاشرتی زندگی میں مل جل کر رہنے کی تاکید کرتا ہے لیکن افسوس کہ آج لوگوں نے جب سے کوٹھیوں اور بنگلوں میں رہائش اختیار کی ہے وہ اپنے ہمسائے کی غمی اور خوشی سے بالکل ہی بے خبر رہتے ہیں، اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ کوئی ہمسایہ اپنے ہمسائے کو اپنی دیوار پر شہتیر رکھنے سے منع نہ کرے، لیکن موجودہ تہذیب نے ہمیں یہ سبق پڑھایا ہے کہ ہمسایہ دوسرے ہمسائے کی دیوار سے الگ دیوار تعمیر کرے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے پڑوسی کی اچھی یا بری تعریف کو لوگوں کے لیے ان کے حسن سلوک یا بدسلوکی کا

معیار قرار دیا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کیسے معلوم ہو کہ میں پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں یا اس کے ساتھ بدسلوکی کا مرتکب ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب تیرے پڑوسی تیرے بارے میں اچھے گمان کا اظہار کریں تو تو نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور جب تیرے پڑوسی تیرے متعلق برے گمان کا اظہار کریں تو سمجھ لو کہ تم نے ان کے ساتھ برا سلوک کیا ہے۔''

(مسند امام احمد، ص۴۰۲، ج۱)

بہر حال اپنے ہمسایہ کو ہاتھ یا زبان سے کسی قسم کی تکلیف پہنچانا ایک کبیرہ گناہ ہے، جس کے متعلق شریعت میں بہت سخت وعید آئی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! وہ شخص مؤمن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص ایمان دار نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص ایمان سے تہی دامن ہے۔'' عرض کیا گیا کون یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں۔'' (صحیح بخاری، الادب:۶۰۱۶)

پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً:

① وہ اپنی ضرورت کے لیے مشترکہ دیوار میں لکڑی لگانا چاہتا ہو لیکن اسے منع کر دیں۔

② آپ مشترکہ دیوار کو اتنا اونچا کر دیں کہ ہمسایہ دھوپ اور روشنی اور ہوا سے محروم ہو جائے۔

③ اپنے گھر کی کھڑکی ہمسایہ کی طرف کھولنا جس سے اس کی پردہ دری ہوتی ہو۔

④ اپنے گھر کی صفائی کر کے کوڑا کرکٹ اور کچرا پڑوسی کے دروازے پر پھینک دینا۔

⑤ اس کے بچوں کو زدوکوب کرنا، انہیں گالی گلوچ دینا یا انہیں برا بھلا کہنا۔

⑥ اپنے گھر میں اس قدر پریشان کن شور شرابا کرنا جس سے ہمسایہ تنگ ہو جائے۔

اگر ہمسائے سے بدسلوکی ایسی ہو کر پڑوسی کا حق مجروح ہوتا ہو تو گناہ کی سنگینی مزید بڑھ جاتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے تو یہ اس کے لیے پڑوسی کی بیوی سے زنا کے مقابل ہلکا جرم ہے، اسی طرح کوئی شخص دس گھروں سے چوری کر لے تو پڑوسی کے گھر سے چوری کرنے کی بہ نسبت ہلکا گناہ ہے۔“

(الادب المفرد، ص ۱۰۷)

نیز رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہمسایہ کو خوش رکھنا ایمان کی علامت قرار دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص اللہ پر ایمان اور آخرت پر یقین رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہمسایہ کو تکلیف نہ پہنچائے۔“ (صحیح بخاری، النکاح:۵۱۸۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

”جس شخص کی ایذا رسانی سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ (صحیح مسلم، الایمان)

(94) کسی شخص یا کسی چیز کو باعث نحوست خیال کرنا

کسی شخص یا کسی چیز کو باعث نحوست خیال کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر بایں الفاظ ہے:

﴿فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ ۗ﴾

”جب قوم فرعون کو کوئی بھلائی پہنچتی تو کہتے کہ ہم اس کے مستحق تھے اگر کوئی تکلیف پہنچتی تو کہتے یہ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست کی وجہ سے ہے۔“ (۷/ الاعراف:۱۳۱)

اہل عرب کے ہاں اس قسم کے توہمات کی بھرمار تھی وہ جب کسی اہم کام کا ارادہ کرتے تو کوئی پرندہ پکڑ لیتے پھر اسے چھوڑ دیتے اگر وہ دائیں جانب جاتا تو اسے نیک شگون خیال کرتے اور اگر وہ بائیں طرف جاتا تو اسے اپنے لیے بدشگونی اور نحوست قرار دیتے اور اپنے

کام یا ارادے کو ترک کر دیتے رسول اللہ ﷺ نے اس عمل کو شرک قرار دیا ہے، فرمایا:

''اس طرح کی بدشگونی شرک ہے۔'' (مسند امام احمد، ص ۳۸۹، ج ۱)

اس طرح کی بدشگونی ایک حرام عقیدہ ہے اور عقیدہ توحید کے منافی ہے، ہمارے ہاں اس طرز کی بہت سی چیزیں رائج ہیں مثلاً:

☆ ہمارے ہاں ماہ صفر کو منحوس خیال کیا جاتا ہے اس مہینہ میں شادی وغیرہ نہیں کی جاتی۔

☆ کچھ لوگ بدھ کے دن کو بے برکت خیال کرتے ہیں، اس دن کسی کام کا آغاز نہیں کرتے۔

☆ کچھ لوگ نظر بد سے بچنے کے لیے اپنے مکان پر ہنڈیا رکھ دیتے ہیں یا نئی گاڑی پر سیاہ پٹی باندھ لیتے ہیں۔

☆ بعض لوگ کسی کام کو جائیں تو کوئی بیمار سامنے آ جائے تو اسے منحوس خیال کر کے کام سے واپس آ جاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کی بدشگونی کو شرک کہا ہے اور اس کا علاج بھی تجویز کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو کوئی بدشگونی کام کرنے سے روک لے تو اس نے شرک کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کا کفارہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے یوں دعا کرنا چاہیے۔

((أَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ))

''اے اللہ! ہر اچھائی تیری طرف سے اور ہر برائی بھی تیری طرف سے ہے اور تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے۔'' (مسند امام احمد، ص ۲۲۰، ج ۲)

ہمارے ہاں کسی کے حق میں وصیت کر کے دوسروں کو نقصان پہنچانے کا طریقہ رائج ہے حالانکہ شریعت کا قاعدہ ہے کہ نہ تو اپنے لیے نقصان قبول کرو اور نہ ہی کسی دوسرے کو نقصان پہنچاؤ، دوسرے کو نقصان پہنچانے کی ایک واضح مثال شرعی ورثاء کو وصیت کے ذریعے نقصان پہنچانے کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی شخص کے متعلق فرمایا:

''جو کسی بھائی کو نقصان پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائے گا اور جو کسی دوسرے پر مشقت ڈالے گا اللہ تعالیٰ اس پر مشقت ڈالے گا۔''

(مسند امام احمد،ص۴۵۳،ج۴)

وصیت کا ضابطہ یہ ہے کہ کل مال سے 1/3 یا اس سے کم کی وصیت کی جائے، وہ وصیت شرعی وارث کے لیے نہ ہو اور نہ وہ وصیت کسی ناجائز کام کے لیے ہو، اس بنا پر وصیت میں نقصان پہنچانے کی متعدد روایتیں سامنے آتی ہیں، مثلاً:

کسی شرعی وارث کو وصیت کے ذریعے اس کے شرعی حق سے محروم کر دیا جائے یا کسی وارث کے حق میں اس کے شرعی حصہ سے بڑھ کر وصیت کر دی جائے یا کسی کے لیے ایک تہائی مال سے زیادہ وصیت کی جائے یا کسی ناجائز کام کے لیے وصیت کی جائے، قرآن کریم نے اس طرح ناجائز وصیت کو درست کرنے کی تلقین فرمائی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ﴾

”جس شخص کو وصیت کرنے والے کی طرف سے ناجائز طرف داری یا حق تلفی کا اندیشہ ہو اور وہ ورثاء میں سمجھوتہ کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔“

(۲/البقرہ:۱۸۲)

اس لیے ناجائز وصیت پر عمل درآمد شرعاً درست نہیں ہے بلکہ اس کی اصلاح کرنا ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وصیت کے ذریعے ورثاء کو نقصان پہنچانا کبیرہ گناہ میں سے ہے۔ (دارقطنی،ص۱۵۱،ج۱)

95 قبر پرستی

قبر پرستی ایک بدترین جرم اور سخت کبیرہ گناہ ہے، اس سے مراد قبروں کی عبادت کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ جو اولیا فوت ہو چکے ہیں وہ ہماری ضروریات پوری کرتے ہیں اور ہماری مشکلات آسان بنا دیتے ہیں، اس مقصد کے لیے اہل قبور کو پکارنا اور ان سے مدد مانگنا قبر پرستی ہے، بعض لوگوں نے درج ذیل آیت کریمہ سے قبر پرستی کے مسئلہ کو کشید کیا ہے:

﴿ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴾

”وہ تو آخرت سے ایسے ہی مایوس ہیں جیسے کافر اہل قبور سے مایوس ہیں۔“

(۶۰/الممتحنہ:۱۳)

ان کا کہنا ہے کہ اہل قبور سے جو لوگ مایوس ہیں اور ان کے تصرفات کا یقین نہیں

رکھتے وہ کافر ہیں، گویا ان کے نزدیک اہل قبور کے تصرفات کو تسلیم نہ کرنا کافروں کا کام ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے فعل کو شرک اکبر قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ ﴾

''وہ کون ہے جسے پریشان حال جب پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار کا جواب دیتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور انہیں زمین میں جانشین بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی یہ کام کرتا ہے۔'' (۲۷/النمل:۶۲)

ہمارے ہاں بعض علاقوں میں قبروں کا بیت اللہ کی طرح طواف کیا جاتا ہے، ان پر غلاف چڑھایا جاتا ہے، ان کے کونوں کو اسی طرح چھوتے ہیں جس طرح بیت اللہ کے کونوں کا استلام کیا جاتا ہے، قبروں کی چوکھٹ کو بوسہ دیتے ہیں، ان کی تربت کو اپنے چہرے پر ملتے ہیں' قبروں کو دیکھتے ہی سجدے میں گر جاتے ہیں، بڑے خشوع وخضوع، عاجزی اور انکساری سے قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی حاجات اور ضروریات کا سوال کرتے ہیں، کوئی اپنے کسی مریض کی شفا کا طالب ہوتا ہے تو کوئی نرینہ اولاد کا سوالی، الغرض وہاں شرک اکبر کا ارتکاب کیا جاتا ہے غالباً اسی وجہ سے قبرستان میں نماز پڑھنا حرام قرار دیا گیا ہے اسی طرح مزارات اور آستانوں کی تعمیر کو بھی حرام ٹھہرایا گیا ہے، آج کل تو بعض مزارات پر پورے مناسک حج ادا کیے جاتے ہیں اور اسے حج ہی کا نام دیا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے قبر، مقبرہ، مزار، روضہ اور آستانہ پر اسے مقدس خیال کر کے جمع ہونے، وہاں عرس یا میلہ لگانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ سب کام صاحب قبر کی تعظیم کی وجہ سے کیے جاتے ہیں، اسی طرح قبروں کی صفائی، ان کی آرائش وتزئین اور ان پر چراغاں کرنا بھی شرعاً ناجائز اور حرام ہے ہمارے اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ ہر مزار پر مسجد ہوتی ہے یا مسجد میں ہی کسی بزرگ کو دفن کر دیا جاتا ہے، شریعت اسلامیہ ایسے کاموں کی اجازت نہیں دیتی اس سلسلہ میں چند احادیث حسب ذیل ہیں:

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ایک

گرجے کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اور اس میں مورتیاں اور مجسمے رکھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان لوگوں کا قاعدہ یہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی بزرگ آدمی مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں مورتیاں رکھ لیتے، قیامت کے دن اللہ کے ہاں یہ لوگ سب مخلوق سے بدتر ہوں گے۔'' (صحیح بخاری، الصلوۃ:۴۲۷)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یہود پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ آپ ﷺ کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیں گے تو آپ کی قبر کو مرجع خاص و عام بنا دیا جاتا۔ (صحیح بخاری، المغازی:۴۴۴۱)

☆ ایک روایت میں قبر پرست یہود کے ساتھ عیسائیوں کا بھی ذکر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ہمیں اس برے کام سے ڈراتے تھے جو یہود و نصاریٰ نے کیا تھا۔

(صحیح مسلم، المساجد:۵۳۱)

ایک روایت میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بزرگوں اور ولیوں کی قبروں کا بھی ذکر ہے الفاظ یہ ہیں:

''تم سے پہلے لوگوں نے اپنے انبیا اور صلحا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔''

(صحیح مسلم، المساجد:۵۳۲)

آج کل مزارات پر جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب قبر پرستی کے مظاہر ہیں، دین اسلام میں قطعاً اس کی اجازت نہیں ہے۔

96 غیر اللہ کی نذر و نیاز اور ذبح کرنا

اللہ کے علاوہ کسی دوسرے بزرگ کے لیے نذر ماننا یا اس کے نام کی نیاز دینا بھی اس شرک اکبر میں داخل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، بعض لوگ اپنی کسی حاجت برآری کے لیے نذر مان لیتے ہیں کہ میں فلاں بزرگ کی قبر پر دیئے جلاؤں گا یا وہاں چراغاں کروں گا، اس قسم کی نذر شرعاً حرام ہے، اسی طرح غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا تا کہ اس کا تقرب حاصل کیا جائے، یہ بھی سخت کبیرہ گناہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾

"آپ صرف اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور صرف اسی کے لیے قربانی دیں۔" (۱۰۸/الکوثر:۲)

ان آیات میں صریح حکم ہے کہ صرف اللہ کے لیے اور اللہ کے نام پر قربانی کریں، جو غیر اللہ کی منت مانگ کر اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہے ایسا فعل بھی حرام ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ﴾

"اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار، خون، سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جو اللہ کے علاوہ دوسروں کے لیے مشہور کر دی گئی ہو، یہ سب حرام کی ہیں۔" (۲/البقرہ:۱۷۳)

جو چیز اللہ کے علاوہ دوسرے کے لیے مشہور کر دی جائے کہ یہ فلاں کی نذر ہے یا فلاں کی منت ہے، اسے ذبح کرتے وقت خواہ اللہ کا نام ہی کیوں نہ لیا جائے اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اسی طرح جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کی جائی وہ بھی حرام ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "اس شخص پر اللہ کی لعنت ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے۔" (صحیح مسلم، الاضاحی:۵۱۲۴)

بہر حال جو جانور غیر اللہ کے لیے ذبح ہو یا غیر اللہ کے نام پر ذبح ہو یہ دونوں صورتوں میں حرام ہو جاتا ہے اور اس کا گوشت کھانے کے قابل نہیں رہتا۔ اسی طرح دور

جاہلیت کا ایک ذبیحہ جو آج ہمارے ہاں بھی رائج ہے، اکثر نام نہاد مسلمان اس وبا کا شکار ہیں کہ وہ جب کوئی گھر خریدتے ہیں تو اس کے قریب کوئی جانور ذبح کرتے ہیں تاکہ جنوں کی ایذا رسانی سے محفوظ رہے دور جاہلیت میں بھی لوگ ایسا کیا کرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور جنوں سے بھی افضل پیدا کیا ہے لیکن اس زمین کے خلیفہ نے الٹا جنوں سے ڈرنا اور ان سے پناہ لینے کے لیے ان کے نام پر ذبح کرنا شروع کر دیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنوں کا دماغ اور زیادہ خراب ہو گیا اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:

﴿ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ﴾

''انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں کے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے چنانچہ انہوں نے جنوں کے غرور کو اور زیادہ بڑھا دیا تھا'' (۷۲/الجن:۶)

بہر حال جو شخص بھی غیر اللہ کی نذر مانے یا منت دے یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے یا اس کے نام پر کوئی جانور آزاد کر دے یہ سب کام انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے ہیں، خواہ یہ کام کسی فرشتے، کسی رسول، کسی نبی، کسی خلیفہ، کسی بزرگ، یا کسی ولی کے لیے ہوں، یہ سب اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے مترادف ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے کاموں سے محفوظ رہنے کی توفیق دے۔ آمین

97 ستاروں یا دوسری چیزوں میں تاثیر کا عقیدہ رکھنا

دین اسلام میں اس عقیدے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ انسان کے لیے ہر قسم کے نفع ونقصان کا اختیار اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، اللہ کے علاوہ کوئی بھی کسی کو تکلیف یا آرام نہیں پہنچا سکتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا

رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾

''اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دوسرا اسے دور نہیں کر سکتا اور اگر وہ تمہیں کوئی نفع پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اپنے فضل کے لیے منتخب کر لیتا ہے وہ بڑی بخشش اور بڑی رحمت والا ہے۔'' (۱۰/یونس:۱۰۷)

قرآن مجید میں اس عقیدہ کو کئی ایک مقامات پر بیان کیا گیا ہے تا کہ انسان اس کے متعلق کسی بدعقیدگی کا شکار نہ ہو لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اخبارات میں ''آپ کا ہفتہ کیسے گزرے گا'' کے بڑے بڑے حالات جاننے کا ذکر ہوتا ہے، برجوں کے ذریعے اپنے حالات معلوم کرنے کی کوشش کرنا بھی شرکیہ عقیدہ ہے، اپنی تسلی کے لیے ستاروں کے ان حالات کو پڑھنا اور ان سے دلچسپی رکھنا کبیرہ گناہ ہے چنانچہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مقام حدیبیہ میں نماز فجر پڑھائی جبکہ رات کے وقت کچھ بارش بھی ہوگئی تھی آپ نے نماز سے فراغت کے بعد لوگوں کی طرف منہ کر کے فرمایا:

''کیا تم جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میرے بندوں میں سے کچھ مومن ہو گئے ہیں اور کچھ نے کفر کی روش اختیار کی ہے، جس شخص نے کہا کہ ہمیں یہ بارش محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ملی ہے وہ میرے ساتھ ایمان رکھنے والا اور ستاروں کی تاثیر کا انکار کرنے والا ہے اور جس نے کہا کہ اس بارش میں فلاں ستارے کی تاثیر ہے وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں کے ساتھ ایمان رکھنے والا ہے۔'' (صحیح بخاری:۱۰۳۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ستاروں سے اپنی قسمت کے متعلق ہونے کا عقیدہ رکھنا شرک ہے، ایسی تحریروں پر مشتمل اشتہارات پڑھنا انسان کو شرک کی طرف لے جانے کا

ذریعہ بن سکتا ہے کیونکہ شیطان ان کے دل میں ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ بٹھادینے کی کوشش کرتا ہے، ممکن ہے وہ اس قسم کی تحریروں کو پڑھنے سے کامیاب ہو جائے۔ اس کے علاوہ بعض لوگ تعویز گنڈوں، شرکیہ منتروں یا لوہے کے کڑوں کے متعلق کسی جادوگر کے کہنے یا موروثی اعتقاد کی بنا پر نفع کا عقیدہ رکھتے ہیں، انہیں اپنی گردنوں میں لٹکا لیتے ہیں یا انہیں اپنے بازوؤں پر باندھ لیتے ہیں یا بچوں کو نظر بد سے محفوظ رکھنے کے لیے ان کی گردنوں میں لٹکا دیتے ہیں بعض لوگ انہیں اپنی گاڑیوں یا گھروں میں آویزاں کر دیتے ہیں تاکہ ناگہانی آفات سے محفوظ رہا جائے، کچھ لوگ نگینوں والی انگوٹھیاں پہنتے ہیں کہ ان کے نگینوں میں دفع بلا کا عقیدہ رکھتے ہیں، زمرد، عقیق وغیرہ کسی خاص فائدہ کے لیے ہوتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں اللہ پر توکل کے خلاف اور اسلامی عقیدہ کے منافی ہیں ایسی چیزوں سے انسان کی کمزوری میں مزید اضافہ ہوتا ہے، بلکہ بہت سے تعویزوں میں واضح طور پر شرک پایا جاتا ہے، کچھ شعبدہ باز اس طرح کے دیکھنے میں آئے ہیں کہ قرآنی آیات کے ساتھ دیگر شرکیہ کلمات یا ناقابل فہم تحریریں ملا دیتے ہیں ایسے عاملوں کا بھی پتہ چلا ہے کہ وہ نجس اشیاء اور خون حیض سے تعویز لکھتے ہیں العیاذ باللہ، اس طرح کی چیزوں کو باندھنا اور ان سے نفع و نقصان کا عقیدہ رکھنا حرام ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''جس نے تعویز لٹکایا اس نے شرک کیا۔'' (مسند امام احمد، ص:۱۵۶، ج۴)

ایسی چیزوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کے علاوہ نفع و نقصان پہنچا سکتی ہیں تو اسے شرک اکبر ہی کہا جائے گا لہٰذا ایک مسلمان کو اپنا عقیدہ مستحکم رکھنا چاہیے کہ ہر قسم کے نفع و نقصان کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے۔

98 عبادات میں ریاکاری

عبادات کی قبولیت کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کی جائے اور وہ عبادت رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے عین مطابق ہو اگر کوئی انسان اللہ کو خوش کرنے کے بجائے لوگوں کو راضی رکھنے کے لیے عبادت کرتا ہے تو اس

قسم کی ریا کاری کبیرہ گناہ ہے اور ایسا کرنے سے اس کی عبادت رائیگاں اور ضائع ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے منافق انسان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ محض ریا کاری کے طور پر عبادت کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ۟﴾

”بے شک منافق لوگ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس چالبازی کی سزا دے گا وہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے یہ کام کرتے ہیں اور اللہ کا ذکر برائے نام ہی کرتے ہیں۔“ (۴/النساء:۱۴۲)

اس بنا پر جو کوئی نیکی کرتے وقت یہ نیت کرے کہ اس عمل سے اس کی شہرت ہو، لوگ اس کی تعریف کریں تو ایسا شخص شرک کا مرتکب ہے حدیث میں ایسے شخص کے متعلق سخت وعید آئی ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو شخص اپنے عمل سے شہرت کمانا چاہے اللہ اسے شہرت دے دیتا ہے اور جو شخص اپنا عمل لوگوں کو دکھانے کے لیے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کو دکھا دیتا ہے۔“ (صحیح مسلم، الزھد:۲۹۸۶)

اگر کوئی شخص کوئی نیکی اللہ تعالیٰ کے لیے شروع کرتا ہے پھر اس پر ریا کاری اثر انداز ہو جاتی ہے تو ہمارے نزدیک اس کی دو صورتیں ممکن ہیں:

① اگر وہ شخص اس ریا کاری کو ناپسند کرتا ہے اور اس کے خلاف جنگ کرتا ہے نیز اسے اپنے سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی نیکی درست اور محفوظ ہے۔

② اگر وہ اس ریا کاری میں راحت محسوس کرتا ہے اور اسے دور کرنے کے لیے کوئی کوشش نہیں کرتا تو ایسے انسان کی نیکی برباد ہے۔

بہر حال مسلمان کو چاہیے کہ وہ صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے عبادت کرے اور عبادت کرتے وقت ریا کاری کو اپنے پاس نہ آنے دے ایسا کرنے سے نیکی برباد اور گناہ لازم ہو جاتا ہے۔

(99) فساق وفجار کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا

مسلمان، غیرت مند ہوتا ہے اللہ کا دین اسے غیرت کی تعلیم دیتا ہے اس غیرت کا تقاضا ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک کر دیا جائے جو کھلم کھلا دینی شعائر کی تضحیک کرتے ہیں اور اللہ کے دین کا مذاق اڑاتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ ﴾

''اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کرتے ہیں تو ان کے پاس بیٹھنے سے اعراض کریں تا کہ وہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں اور اگر شیطان آپ کو بھلا دے تو یاد آ جانے کے بعد ظلم پیشہ لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔'' (٦/ الانعام:٦٨)

اس آیت کے پیش نظر ایسے لوگوں کے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہیے جو اللہ کی شریعت پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور اس کے دین کا مذاق اڑاتے ہیں، ایسے لوگوں کے ساتھ مجلس اختیار کرنا حرام عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع فرمایا ہے چنانچہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے متعلق مزید تاکید فرمائی:

﴿ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ ﴾

''اللہ اپنی کتاب میں یہ حکم پہلے نازل کر چکا ہے، جب تم سنو کہ آیات الٰہی کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو وہاں ان کے ساتھ مت بیٹھو، تا آنکہ یہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں بصورت دیگر تم بھی اس وقت انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔'' (٤/ النساء:١٤٠)

واضح رہے کہ پہلا حکم جو سورۂ انعام میں بیان ہوا ہے وہ کفار مکہ کے متعلق تھا وہ آیات کا مذاق اڑاتے تھے اور مذکورہ حکم مدینہ طیبہ میں نازل ہوا کہ یہاں اللہ کی آیات کا مذاق اڑانے والے مدینہ طیبہ کے یہودی اور منافقین تھے گویا اللہ کی آیات کا مذاق اڑانا کفار کا پرانا دستور ہے، ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ ہم ایسے لوگوں کی مجالس ترک کر دیں خواہ ان کی قرابت کتنی ہی گہری کیوں نہ ہو ہاں اگر انہیں دعوت دینا یا ان کے باطل عمل کو رد کرنا مقصود ہو تو ان کے پاس بیٹھنے اور ان سے گفتگو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ ان کے فسق و فجور پر رضا مندی کسی صورت میں جائز نہیں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ﴾

''اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ ایسے فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوگا۔'' (۹/التوبہ:۹۶)

ہمیں اس پہلو پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمارے اندر دینی غیرت اور اسلامی حمیت پیدا فرمائے۔

100 بدعتی کو پناہ دینا

ہر نئے کام کو بدعت کہا جاتا ہے لیکن شرعی طور پر بدعت یہ ہے کہ جو کام رسول اللہ ﷺ کے دور میں کرنا ممکن تھا اور اس کے لیے کوئی مانع بھی نہیں تھا، اس کے باوجود وہ کام نہ رسول اللہ ﷺ نے کیا اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس میں کوئی دلچسپی رکھی، اس قسم کے کام ثواب کی نیت سے کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔ ایسے کام کرنے والے کو اپنے ہاں پناہ دینا کبیرہ گناہ ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مدینہ فلاں مقام سے لے کر فلاں مقام تک حرم ہے جس کسی نے اس حرم میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو اپنے ہاں ٹھہرایا تو اس پر اللہ، تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کی کوئی فرض عبادت قبول ہے اور نہ نفل۔''

(صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینہ: ۱۸۷۰)

بدعت کو کسی مقام پر ایجاد کرنے کی اجازت نہیں ہے، دیگر احادیث میں ایسے بدعتی پر لعنت کا ذکر ہے جو مدینہ طیبہ کے علاوہ کسی بھی جگہ پر اس کا ارتکاب کرتا ہے، اس حدیث کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ بدعت کا ارتکاب صرف مدینہ طیبہ میں برا ہے بلکہ مدینہ میں بدعت کرنا اس کی سنگینی میں مزید اضافے کا باعث ہے یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص عام عورت سے بدکاری کرتا ہے تو یہ بھی جرم ہے لیکن اگر کوئی اپنے پڑوس کی عورت سے منہ کالا کرتا ہے تو اس کا جرم سنگینی میں مزید بڑھ جاتا ہے، اسی طرح اگر کوئی مسجد میں بدکاری کرتا ہے تو اسے دوگنا سزا ہوگی ایک تو بدکاری کے ارتکاب کی دوسرے مسجد کے تقدس کو پامال کرنے کی، مذکورہ بالا حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں جو کوئی بدعت ایجاد کرے گا وہ دوہرے گناہ کا مرتکب ہوگا، ایک تو بدعت کا ارتکاب، دوسرے مدینہ طیبہ کی حرمت کو پامال کرنا الغرض بدعت کے ارتکاب اور بدعتی انسان کو جگہ دینا، اسے سہولیات فراہم کرنا بہت بڑا جرم ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دین کے اصول اور اس کی بنیادی باتوں کو بیان کر دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ہدایت کی تفصیلات اور دین اسلام کی جزئیات کو ہم تک پہنچا دیا ہے، اب اس میں کسی ترمیم یا اضافہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے، جو لوگ دین میں نئی چیزوں کی پیوندکاری کرتے ہیں وہ گویا دین کو ناقص خیال کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ ﴾

''میں نے آج کے دن تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر میں نے اپنی نعمت کو پورا کر دیا ہے اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔'' (۵/المائدہ:۳)

اس آیت کریمہ کے پیش نظر ہر وہ آدمی جس نے اللہ کے دین میں کوئی نئی بات داخل کی اگرچہ اس کا مقصد نیک ہو وہ گمراہی ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ کے دین میں طعن تصور کی جائے گی حالانکہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''تم نئے کاموں سے بچو، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی انسان کو جہنم میں لے جانے والی ہے۔'' (ابوداود، السنۃ، باب لزوم السنۃ)

ہمیں چاہیے کہ خود بھی بدعات سے اجتناب کریں اور بدعتی لوگوں کو اپنے ہاں کوئی جگہ نہ دیں۔

101 رسول اللہ ﷺ کی مخالفت

قرآن کریم نے صراحت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بعینہٖ اللہ کی اطاعت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ ﴾

''جس نے رسول کی اطاعت کی،اس نے اللہ کی اطاعت کی۔'' (۴/النساء:۸۰)

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ رسول جو کچھ کہتا ہے یا جو کچھ کرتا ہے وہ اللہ کی وحی سے ہوتا ہے، یہ حیثیت اور کسی کو حاصل نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول کی اطاعت سے انحراف کا پہلا نتیجہ یہ ہے کہ انسان ایمان سے محروم ہو جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾

''کہہ دیجیے! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر وہ اس سے اعراض کریں تو اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا۔'' (۳/آل عمران:۳۲)

دوسرے مقام پر فرمایا کہ

﴿ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾

''یہ منافق کہتے ہیں ہم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت قبول کی پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فریق روگردانی کر لیتا ہے دراصل یہ ایماندار نہیں ہیں۔'' (۲۴/النور:۴۷)

اطاعت رسول سے انحراف کا دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے سابقہ تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴾

''جن لوگوں نے کفر کیا اور دوسروں کو اللہ کی راہ سے روکا، پھر ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کی وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ ایسے لوگوں کے اعمال برباد کر دے گا۔'' (۴۷/محمد:۳۲)

اطاعت رسول سے مخالفت کا تیسرا نتیجہ یہ ہے کہ منحرف انسان کو سخت وعید کا سامنا کرنا پڑے گا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾

''جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے یا انہیں دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔'' (۲۴/النور:۶۳)

اطاعت رسول سے انحراف جہنم میں لے جانے کا باعث ہوگا، فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴾

''جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور اہل ایمان کی راہ چھوڑ کر کوئی دوسری راہ اختیار کرے تو ہم اسے اُدھر ہی پھیر دیتے ہیں جدھر کا اس نے رخ کیا ہے پھر ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین ٹھکانا ہے۔'' (۴/النساء:۱۱۵)

قیامت کے دن اطاعت رسول سے انحراف کرنے والے کو درج ذیل حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔

﴿ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ ﴾

(ا) ''اس دن جن لوگوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی ہوگی وہ تمنا کریں گے کہ کاش زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں۔'' (۴/النسآء:۴۲)

﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴾

(ب) ''اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا کاش! میں نے رسول کے ساتھ اپنا راستہ اختیار کیا ہوتا۔'' (۲۵/الفرقان:۲۷)

﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ﴾

(ج) ''جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے وہ کہیں گے اے کاش! ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔''

(۳۳/الاحزاب:۶۶)

بہر حال رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کے انتہائی خطرناک نتائج ہیں، لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

102 سفارش کے عوض تحفہ قبول کرنا

اگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مقام عطا فرمایا ہے کہ لوگ اس کے گرویدہ ہیں، اس کی بات مانتے ہیں، تو یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اسے چاہیے کہ اس نعمت کا شکر ادا کرے، شکر کی بجا آوری کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ اس مقام اور منصب سے دوسرے لوگوں کو نفع پہنچائے اور پھر اللہ تعالیٰ سے اس کے ثواب کی امید رکھے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

''تم میں سے کوئی شخص اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے تو اسے یہ کام ضرور کرنا چاہیے۔'' (صحیح مسلم، اسلام:۵۷۳۱)

رسول اللہ ﷺ نے ایک دوسرے مقام پر اسی بات کو دوسرے انداز میں بیان فرمایا ہے:

''تم سفارش کر دیا کرو تمہیں اس کا ثواب دیا جائے گا۔''

(ابو داود، الادب:۵۱۳۲)

لیکن یاد رہے کہ سفارش کرنے یا کسی کام میں واسطہ بننے پر نذرانہ وصول کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''جو شخص اپنے کسی بھائی کی کوئی سفارش کرے، جس پر اسے کوئی تحفہ پیش کیا اور وہ اسے قبول کرے تو وہ شخص سود کے انتہائی خطرناک دروازے میں داخل ہو گیا۔'' (مسند امام احمد، ص۲۶۱، ج۵)

اس حدیث کا ظاہری مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کسی کا کام ہو جانے پر اگر سفارش کرنے والے کو کوئی بھی تحفہ یا معاوضہ دیا گیا تو وہ حرام ہوگا، اس شخص کو چاہیے کہ وہ اس اجر کو کافی خیال کرے جو قیامت کے دن اسے اللہ کے ہاں دیا جائے گا۔

اس مقام پر اس بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ اپنے کسی معاملہ کے حل کے لیے کسی شخص کی خدمات حاصل کرنا تا کہ وہ اس معاملہ کی پیروی کرتا رہے، اسے اجرت دینا جائز ہے جبکہ کسی شخص کے منصب یا وجاہت کی بنیاد پر سفارش حاصل کرنے پر اسے معاوضہ دینا حرام ہے قرآن کریم میں ہے:

﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ﴾

''جو اچھی بات کی سفارش کرے گا، اس میں اس کا حصہ ہوگا اور جو بری بات کی سفارش کرے گا اس میں اس کا ذمہ ہوگا۔'' (۴/النساء:۸۵)

بہرحال اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی منصب دیا ہے تو اس سے ناجائز فائدہ اٹھانا ایک کبیرہ گناہ ہے اسے چاہیے کہ وہ دوسروں کو فائدہ پہنچا کر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے۔

103 مزدور کی اجرت ادا نہ کرنا

رسول اللہ ﷺ سے مروی ایک حدیث قدسی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے میرے بندو! میں نے خود پر ظلم حرام کیا ہے تم بھی آپس میں ظلم نہ کیا

کرو۔“ (صحیح مسلم، البر: ۶۵۷۲)

ہمارے معاشرے میں جو ظلم کی اقسام رائج ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ملازمین اور مزدوروں کے حقوق ادا نہیں کیے جاتے جس کی بہت سی صورتیں ہیں:

(۱) ملازم کے حق اور مزدور کی اجرت کا انکار کر دے، اس طرح وہ ملازم یا مزدور دنیا میں محروم ہو جاتا ہے لیکن قیامت کے دن ظالم کی نیکیوں میں سے اس کی دادرسی کی جائی گی یا اسکی برائیاں اس کے کھاتے میں ڈال دی جائیں گی۔

(۲) مزدور کی مزدوری کا انکار تو نہیں کیا جاتا لیکن اس کی اجرت میں کمی کر دی جاتی ہے۔

(۳) مزدور سے اضافی وقت لیا جاتا ہے اور وہ اس میں کام کرتا ہے لیکن اضافی وقت کی اجرت ہڑپ کر لی جاتی ہے۔

(۴) بروقت اجرت کی ادائیگی نہیں کی جاتی بلکہ تاخیری حربے استعمال کیے جاتے ہیں، مالک کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مزدور تھک ہار کر خود ہی اس اجرت سے دست بردار ہو جائے۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

”مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اجرت ادا کر دو۔“

(ابن ماجہ، الرھون: ۲۴۴۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: قیامت کے دن تین آدمیوں کا میں خود مدمقابل ہوں گا، ایک وہ جسے میرے نام سے کچھ دیا گیا اور اس نے دھوکہ کیا۔ دوسرا وہ جس نے کسی آزاد آدمی کو غلام ظاہر کر کے بیچ دیا اور اس کی قیمت کھا گیا۔ تیسرا وہ جس نے اجرت پر کوئی مزدور رکھا، اس سے کام تو پورا لیا لیکن اسے پوری اجرت نہ ادا کی۔“ (صحیح بخاری: ۲۲۷۰)

بہرحال مزدور کو بروقت اجرت ادا کرنا چاہیے، اس کی ادائیگی سے پہلو تہی کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

(104) اولاد سے برابری نہ کرنا

اللہ تعالیٰ نے ہمیں عدل وانصاف کا دامن تھامنے کی تاکید کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ ﴾

''تم عدل کرو یہ پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔''

(۵/المائدۃ:۸)

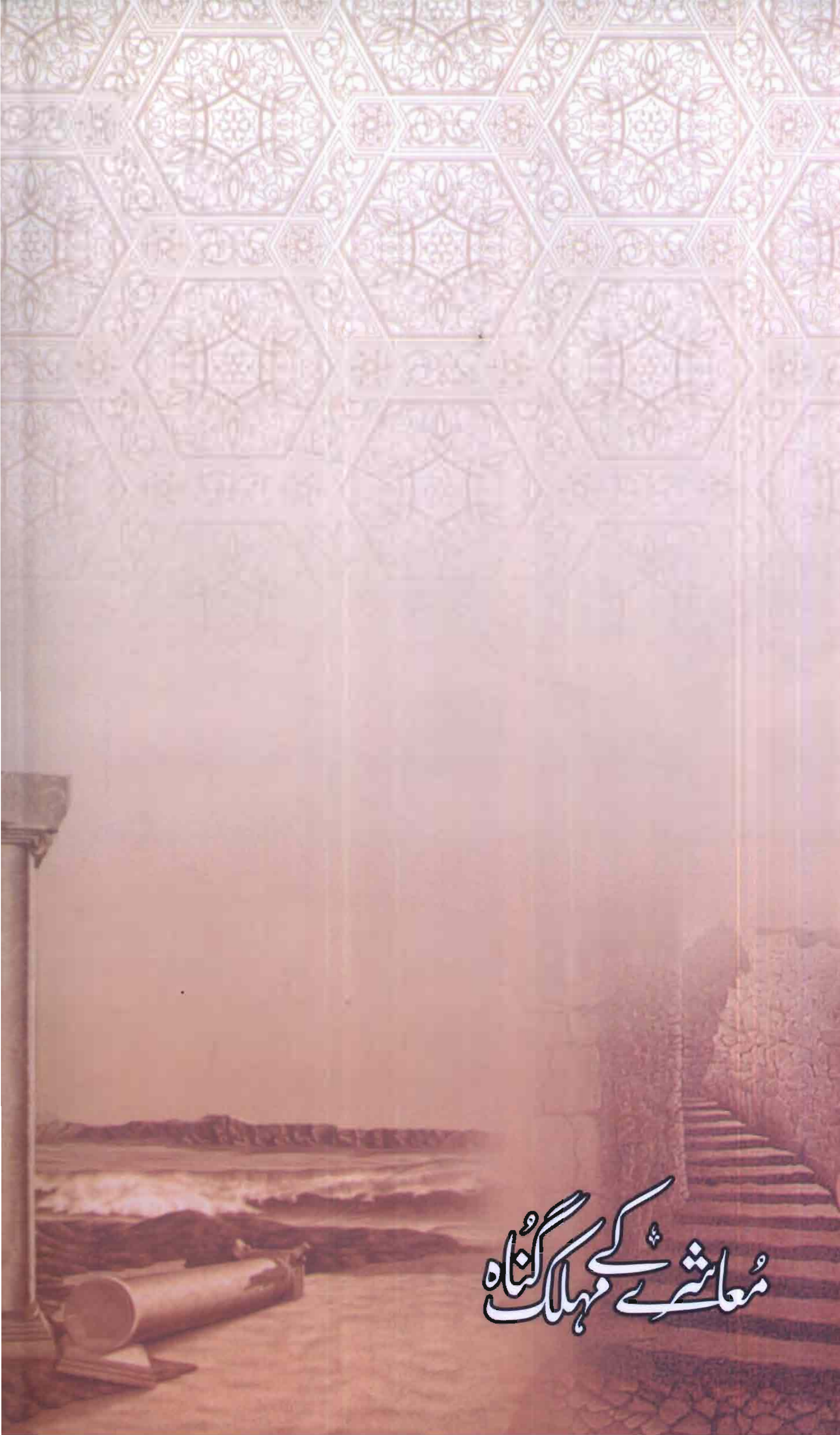
ہمارے ہاں کچھ لوگ اپنی اولاد کے معاملات میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیتے چنانچہ ایک بیٹے کو تحائف وعطیات سے نوازتے ہیں تو دوسرے کو یکسر محروم کر دیتے ہیں، ایسا کرنے سے اولاد کے سینوں میں حسد اور عداوت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جس کے نتائج بہت بھیانک برآمد ہوتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے ظلم وزیادتی سے منع فرمایا ہے چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے لے کر میرے والد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام بطور تحفہ دیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

''کیا تو نے اپنے ہر بیٹے کو اس جیسا تحفہ دیا ہے؟'' اس نے کہا نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تحفہ واپس لے لو نیز فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان مساوات کیا کرو۔'' (صحیح بخاری:۲۶۵۰)

ایک روایت میں ہے کہ

''اس طرح کے ظلم پر مبنی معاملہ پر مجھے گواہ نہ بناؤ کیونکہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔''

اس قسم کی ناانصافی کی سزا بھیانک ہوتی ہے کیونکہ محرومیوں کی شکار اولاد اکثر وبیشتر باپ کی نافرمان نکلتی ہے اور اس کی پریشانیوں کا باعث بنتی ہے، اس سلسلہ میں لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ مساوات اور برابری کا سلوک کرنا چاہیے، شریعت میں اس کے متعلق واضح احکام موجود ہیں۔ واللہ اعلم۔


معاشرے کے مہلک گناہ